جلد ۴ مئی ۱۹۶۳ء شمارہ ۵

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

# ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان!

ماہنامہ

# انصار اللہ

ربوہ

مئی ۱۹۶۳ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:۔ چھ روپے ☆ فی پرچہ:۔ ساٹھ پیسے

# فہرست مضامین



## بچوں کے صفحات :-



طابع و ناشر :- چوہدری محمد ابراہیم ٭ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ" دار الصدر جنوبی، ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم


| شمارہ ۵ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | جلد ۴ |
| --- | --- | --- |

(مئی ۱۹۶۳ء)


# خلافت کا آسمانی نظام حبل اللہ کا درجہ رکھتا ہے

## جماعتی اتحاد اس نظام کی مضبوطی اور استحکام کیساتھ ہی وابستہ ہے

جیسا کہ قبل ازیں ہم متعدد مضامین میں واضح کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جماعتی اتحاد و ائتلاف پر بہت زور دیا ہے اور اس ضمن میں اُمّتِ مسلمہ کے افراد کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ حبل اللہ کا کو مضبوطی سے پکڑے رہیں اور باہم تفرقہ کا شکار نہ ہوں۔ اس تاکیدی حکم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ یاد دلایا ہے کہ جب تک وہ حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رہیں گے وہ اتّحاد و اتّفاق کی دولت سے مالا مال رہیں گے اور جب اپنی شامتِ اعمال سے وہ اس کو چھوڑ دیں گے تو تشتّت و افتراق کا شکار ہو کر دنیا میں ذلیل ہو جائیں گے اور ان کی ساری جمعیت اور طاقت ختم ہو کر رہ جائے گی۔ جیسا کہ فرمایا:۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران آیت ۱۰۴)

اور تم سب کے سب اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور پراگندہ مت ہو۔

اس آیہ کریمہ کے ضمن میں جس سوال کو بنیادی اہمیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ یہاں حبل اللہ سے کیا مراد ہے؟ حبل اللہ سے ایک تو (جیسا کہ علامہ ابن جریر نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت کے حوالہ سے لکھا ہے) کتاب اللہ مراد ہے یعنی قرآن مجید کی بے مثال و لازوال شریعت۔ لیکن اگر حبل کے لغوی معانی پر غور کیا جائے تو خود کتاب اللہ کے تحت ہی حبل اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آنحضورؐ کے بعد قائم ہونیوالے

نظامِ خلافت کے ساتھ وابستگی اور اس کی اطاعت بھی شامل ہے۔

---

دراصل عربی زبان میں حبل کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک معنی اُس رسّی یا چیز کے ہیں جس سے بکھری ہوئی یا منتشر اشیاء کو باندھ کر اکٹھا اور مجتمع کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ ائمہ لغت نے لکھا ہے کہ حبل امن وامان اور تحفّظ و سلامتی کے وعدے اور یقین دہانی کو بھی کہتے ہیں (حوالہ کے لئے دیکھیں انگریزی تفسیر القرآن جلد اوّل زیر آیت ۱۰۴ سورہ آل عمران) ــــ اب جہاں تک اول الذکر معنوں کا تعلق ہے اس میں کیا شک ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں حبل اللہ سے مراد کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں اسی لئے مبعوث فرمایا تھا کہ آپ منتشر اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ راست پر لا کر ایک مرکز پر جمع کریں۔ چنانچہ آپ نے مبعوث ہو کر ان لوگوں کو جو صدیوں سے ایک دوسرے کے دشمن چلے آ رہے تھے اور درندگی و خونخواری میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے آپس میں بھائی بھائی بنا دیا اور اپنی قوّت قدسی کی مدد سے اُنہیں ایک ایسی ناقابل تسخیر وحدت میں ڈھال دکھایا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند متحد اور مضبوط و مستحکم نظر آنے لگے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دنیا میں جس عدیم النظیر اتحاد کی بنیاد پڑی اللہ تعالیٰ اُسے اُمّتِ مسلمہ پر اپنا ایک احسان اور نعمت قرار دیتے ہوئے مومنوں کو یاد دلاتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (آل عمران آیت ۱۰۴) | اور اللہ کا احسان جو اُس نے (اپنا عظیم الشان رسول تم میں مبعوث کر کے) تم پر کیا ہے یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی جس کے نتیجہ میں اُس کے احسان سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے مگر اُس نے اس سے تمہیں بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کو بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ |

پھر فرماتا ہے کہ اتحاد و ائتلاف کی اس عدیم النظیر کیفیت کو محض اپنی تدبیروں سے پیدا کر دینا تمہارے لئے ہرگز ممکن نہ تھا یہ کام صرف اللہ ہی کی توفیق اور رحمت سے اس کے رسول کے ذریعہ ہوا ہے چنانچہ فرماتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ | یعنی اگر تم زمین کا سارا خزانہ بھی خرچ کر ڈالتے جب بھی ان بکھرے ہوئے دلوں کو محبت و اتحاد کے ساتھ جوڑ نہیں سکتے تھے یہ اللہ ہی کا فضل ہے جس نے |

اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ○ (اپنا رسول مبعوث کرکے) متفرق دلوں کو اکٹھا کر دیا

(الانفال آیت ۶۴) وہ یقیناً غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اِس باہمی اتحاد و اتفاق کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے مومنوں کو حکم دیا کہ جس رسول کے ذریعہ سے تم اتحاد و اتفاق کی دولت سے مالامال ہوئے ہو اللہ کے ساتھ ساتھ اس کی بھی پوری پوری اطاعت کرو۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○ (الانفال آیت ۴۷)

اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے رہا کرو اور آپس میں اختلاف نہ کیا کرو (اگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے روگردانی کروگے اور باہم اختلاف کی مصیبت میں پھنسوگے تو یاد رکھو) دل چھوڑ بیٹھوگے اور تمہاری طاقت (جو اتفاق کے نتیجے میں تمہیں حاصل ہوئی ہے) جاتی رہے گی۔ اور صبر کرتے رہو اللہ تعالیٰ یقیناً صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

قرآن مجید کی اِن آیات کی رُو سے مامور من اللہ کا وجود حبل اللہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اِس حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے یعنی مامور من اللہ کے ساتھ پورے انشراح اور اخلاص سے وابستہ ہونے اور اس کی کامل اطاعت کا نمونہ دکھانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ متبعین میں باہمی محبّت و اخوت بڑھتی ہے اور وہ اتحاد کی دولت سے مالامال ہو کر بنیان مرصوص کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

---

جیسا کہ ہم اُوپر بیان کر آئے ہیں حبل سے مراد وہ وعدہ یا عہد بھی ہوتا ہے جس کے تحت ایک شخص دوسرے کو امن اور تحفّظ کی ضمانت دیتا ہے۔ اِس لحاظ سے اگر غور کیا جائے تو وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے اُس وعدہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو جس کے تحت اُس نے تمہیں امن و امان اور تحفّظ و سلامتی کی ضمانت دی ہے۔ اگر ایسا کروگے تو تم کبھی تفرقہ کا شکار نہ ہوگے اور باہمی اتحاد و اتفاق کی بدولت تمہاری طاقت میں برابر اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ وعدہ جس کی رُو سے خدا تعالیٰ نے امن و امان اور تحفّظ و سلامتی کی ضمانت دی ہے کونسا ہے؟ سو وہ وعدہ وہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بعض شرائط کے ساتھ اُمّتِ مسلمہ میں قیامِ خلافت کا یقین دلایا ہے جیسا کہ فرمایا:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

مناسب حال اعمال بجالانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اُن کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح

فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ
دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ
وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ
اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ
بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۝
وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ
وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ
تُرْحَمُوْنَ ۝ (النور رکوع ۷)

اس سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور جو دین اُس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کر دیگا اور اُن کے خوف کی حالت کو اُن کے لئے امن کی حالت میں تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کرینگے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔ اور تم سب نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اس رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالخلافت اور اعمالِ صالحہ کی شرط کے ساتھ اُمّتِ مسلمہ میں نظامِ خلافت کے قیام کا وعدہ کیا ہے اور اِس وعدہ کی رُو سے انہیں یقین دلایا ہے کہ وہ ان کے دین کو تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ اِس لحاظ سے دیکھا جائے تو آیتِ استخلاف میں اللہ تعالےٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ حبل اللّٰہ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ جیسا کہ ہم اُوپر واضح کر آئے ہیں لغت کی رُو سے حبل اُس وعدہ کو بھی کہتے ہیں جس کے تحت امن اور تحفّظ کی ضمانت دی جائے سو گویا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا کا جو تاکیدی حکم دیا ہے اُس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ مامور من اللہ سے دلی وابستگی، محبت و عقیدت اور اس کی کامل اطاعت کے ساتھ ساتھ اُس کے بعد قائم ہونے والے نظامِ خلافت کو بھی مضبوطی سے پکڑے رہو، یعنی اس کے ساتھ بھی دلی وابستگی محبّت و عقیدت اور کامل اطاعت کا جذبہ پیدا کرو۔ یہ امر تمہیں تفرقہ سے بچا کر باہم متحد و متفق رکھنے کا موجب ہوگا اور تمہارا یہ اتحاد تمہیں دین و دنیا میں کامیاب و کامران ثابت کر دکھائے گا۔ اِس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کی رُو سے خلافت کا آسمانی نظام جماعتی اتحاد کی جان ہے۔ اِس کے بغیر ملّت میں کبھی حقیقی اور کامل اتحاد قائم ہو ہی نہیں سکتا۔

---

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے دورِ اوّل میں اُمّتِ مسلمہ کا وہ بے نظیر اتحاد و ائتلاف جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ معرضِ وجود میں آیا تھا اور جو اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا کا مصداق تھا خلافتِ راشدہ کے زمانے میں اسی طرح قائم و برقرار رہا مسلمان برابر دنیا میں ترقی کرتے چلے گئے اور ترقی کی اُس معراج کو جا پہنچے کہ جس کے تصوّر سے آج بھی دنیا حیرت زدہ ہوئے بغیر نہیں رہتی لیکن اس کے بعد جب وہ مومن بالخلافت نہ رہے اور انہوں نے مناسب حال اعمال بجا لانے ترک کر دیئے تو ان سے یہ نعمت چھن گئی اور وہ پھر تشتّت و افتراق کا شکار ہو کر اپنی طاقت گنوا بیٹھے اور وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہو گئے۔ خلافت کی نعمت سے محروم ہونے کے بعد زمانہ مابعد کی تیرہ صدیوں میں ان کی جو حالت ہوئی اُس کا نہایت درد انگیز نقشہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اِن الفاظ میں کھینچا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"مسلمانوں کی قومی زندگی وعروج کا اصلی دَور وہی تھا جب ان کی قومی و انفرادی، مادی و معنوی، اعتقادی و عملی زندگی پر اجتماع و ائتلاف کی رحمت طاری تھی اور اُن کے تنزّل و ادبار کی اصلی بنیاد اُسی دن پڑی جب اجتماع و ائتلاف کی جگہ اشتتات و انتشار کی نحوست چھانی شروع ہو گئی۔ ابتداء میں ہر مادہ مجتمع تھا، ہر طاقت سمٹی ہوئی تھی، ہر چیز بندھی ہوئی تھی لیکن بتدریج تفرقہ و انتشار کی ایسی ہَوا چلی کہ ہر بندھن کھلا، ہر جماؤ پھیلا، ہر ملی جلی اور اکٹھی طاقت الگ الگ ہو کر منتشر اور تتر بتر ہو گئی۔ قرآن حکیم کے بتلائے ہوئے قانونِ تنزلِ اقوام کے مطابق یہ حالت ہر چیز اور ہر گوشۂ وجود و عمل پر طاری ہوئی اور ایک ہزار برس پر تین صدیاں گزر چکی ہیں کہ برابر طاری ہو رہی اور بڑھتی جاتی ہے۔ لوگ اسبابِ تنزّلِ امّت پر بحث کرتے اور پھر طرح طرح کی علّتیں ٹھہراتے اور طرح طرح کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن و سنّت اور عقلیاتِ صادقہ کے نزدیک تنزّل کے تمام فسادات و نتائج صرف اِسی ایک چیز کا نتیجہ ہیں۔ اس ایک حقیقت کو کتنے ہی مختلف ناموں سے پکارلو مگر اصلی علّت اِس کے سوا کوئی نہیں ...... جیسا کہ پہلے سے خبر دیدی گئی تھی۔ اجتماع و ائتلاف کی یہ حالت حضرت علی علیہ السلام پر ختم ہو گئی۔ اس کے بعد سے اشتتات و انتشار کا دَور شروع ہوا جس نے فی الحقیقت اُمّت کا تمام نظامِ شرعی و اصلی درہم برہم کر دیا۔ خلافتِ خاصہ کے بعد یہ ساری یکجا قوتیں الگ الگ ہو گئیں"

(مسئلہ خلافت صفحہ ۱۷، ۱۸، ۲۱)

خلافتِ راشدہ کے بعد بھی مسلمان خلافت کے تو قائل رہے لیکن خلافت کا صحیح تصوّر ان میں قائم نہ رہ سکا۔ انہوں نے اپنے من مانے تصوّرات کے تحت اس کو کچھ اور ہی شکل دیدی۔ جب اصل تصوّر ہی بگڑ گیا تو پھر خدا تعالیٰ کی نگاہ میں وہ مومن بالخلافت نہ رہے اور اعمال صالحہ یعنی مناسبِ حال اعمال بجا لانے کی توفیق سے وہ محروم کر دیئے گئے۔ خلافت کے تصوّر میں پہلا بگاڑ یہ ہوا کہ انہوں نے حکومت اور اقتدار کو خلافت کا لازمی جزو سمجھنا شروع کر دیا۔

حتیٰ کہ خلافت اور حکومت ہم معنی الفاظ بن کر رہ گئے۔ حالانکہ خلافت اپنی اصل کے لحاظ سے خالصۃً ایک روحانی نظام ہے۔ اس کے ساتھ دنیوی اقتدار جمع تو ہو سکتا ہے جیسا کہ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں ہوا لیکن یہ اقتدار اس کا بنیادی اور لازمی جزو نہیں ہے۔ خلافت کے تصور میں دوسرا بگاڑ یہ واقع ہوا کہ بدقسمتی سے یہ سمجھ لیا گیا کہ عام دنیوی نظاموں کی طرح خلیفہ خدا نہیں بناتا بلکہ لوگ خود اپنے میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کرتے ہیں اور جب وہ خود اسے مقرر کرتے ہیں تو نعوذ باللہ اسے معزول بھی کر سکتے ہیں۔ اس بگاڑ کا پیدا ہونا تھا کہ ساری اجتماعیت ختم ہو کر رہ گئی اور تشتت و افتراق کی ایسی ہوا چلی کہ کسی ایک امر میں بھی مرکزیت برقرار نہ رہ سکی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خلافت جہاں خالصۃً ایک روحانی نظام ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے افرادِ امت کو انتخاب کا حق دیئے کے باوجود خلیفہ بنانے کے فعل کو خود اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ خدائی تصرف اور اس کی تائید و نصرت کے ماتحت اپنے میں سے اہل ترین فرد کو خلیفہ منتخب کر لینے کے بعد افرادِ امت کا اپنا دخل ختم ہو جاتا ہے۔ ان کا ایک ہی کام رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ وہ سُنیں اور اطاعت کریں اور اطاعت بھی ایسی جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس بارہ میں اسلامی تعلیم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"کتاب و سُنت نے جماعتی زندگی کے تین رُکن بتلائے ہیں:۔ (۱) تمام لوگ کسی ایک صاحبِ علم و عمل مسلمان (کے ہاتھ) پر جمع ہو جائیں اور وہ ان کا امام ہو۔ (۲) وہ جو کچھ تعلیم دے ایمان و صداقت کے ساتھ قبول کریں۔ (۳) قرآن و سنت کے ماتحت اس کے جو کچھ احکام ہوں ان کی بلا چون و چرا تعمیل و اطاعت کریں ـــــ سب کی زبانیں گونگی ہوں صرف اُسی کی زبان گویا ہو سب کے دماغ بیکار ہو جائیں صرف اسی کا دماغ کارفرما ہو۔ لوگوں کے پاس نہ زبان ہو نہ دماغ، صرف دل ہو جو قبول کرے صرف ہاتھ پاؤں ہوں جو عمل کریں۔

اگر ایسا نہیں ہے تو ایک بھیڑ ہے، ایک انبوہ ہے، جانوروں کا ایک جنگل ہے، کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ہے، مگر نہ تو "جماعت" ہے نہ "اُمت"، نہ "قوم"، نہ "اجتماع"۔ اینٹیں ہیں مگر دیوار نہیں۔ کنکر ہیں مگر پہاڑ نہیں۔ قطرے ہیں مگر دریا نہیں۔ کڑیاں ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے کر دی جا سکتی ہیں مگر زنجیر نہیں ہے جو بڑے بڑے پہاڑوں کو گرفتار کر لے جا سکتی ہیں۔" (مسئلہ خلافت صفحہ ۱۹۱، ۱۹۲)

یہ سب کچھ جانتے بوجھتے کے باوجود مسلمانوں کے دماغوں میں خلافت کے متعلق سراسر غیر اسلامی تصورات جاگزیں ہو گئے اور خدا نے انہیں اس عظیم الشان نعمت سے محروم کر دیا۔ کیونکہ آیتِ استخلاف کی رُو سے یہ نعمت ایمان بالخلافت اور اُس کے مناسبِ حال اعمال کے ساتھ مشروط تھی۔ اس نعمت سے محروم ہونا تھا کہ باہمی اتحاد و اتفاق اور اجتماع و ائتلاف کی کیفیت مفقود ہو گئی اور ہر طرف تنزل و ادبار نے ڈیرے جما لئے۔

---

اس آخری زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے بموجب اللہ تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرما کر پھر اتحاد و ائتلاف کی ایک بہت وسیع اور مضبوط بنیاد قائم فرمائی ہے اور جماعت احمدیہ کو خلافت کی عظیم الشان نعمت سے سرفراز فرمایا ہے جو قرآن کریم کی غیر مبہم اور واضح آیات کی رُو سے حبل اللہ کا درجہ رکھتی ہے خلافت کا یہ آسمانی نظام جماعتی اتحاد و ائتلاف کی حتمی اور یقینی ضمانت ہے۔ اس نظام کے ساتھ وابستہ ہوئے اور اسے مضبوط سے مضبوط تر بنائے بغیر حقیقی اتحاد قائم ہو ہی نہیں سکتا اور غلبۂ اسلام کے مقصد میں کامیابی میسر آ ہی نہیں سکتی۔ اس حقیقت کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت ہی لطیف پیرائے میں واضح فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

”اختلاف جہاں بہت ہی مفید ہے وہاں باوجود اختلاف کے وحدت کے نظام کو چاہتا ہے تب یہ نتیجہ خیز اور مثمر ثابت ہو سکتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں ایک دوات ہے وہ آسٹریا، جاپان یا انگلینڈ یا امریکہ سے بن کر آتی ہے وہ الگ ہے۔ پھر سیاہی اور اس کے اجزاء کو دیکھو جب تک باہم مل کر متحد نہیں ہو گئے اُس سیاہی میں لکھنے اور نقش پذیر ہونے کی طاقت نہیں۔ پھر قلم ہے اس میں آجکل کے قلم کو زیر نظر رکھ کر دو تین جزو ہیں، کچھ لکڑی ہے، کچھ لوہا ہے۔ یہ اجزاء اگر باہم نہ ملیں تو قلم نہیں بن سکتا۔ پھر قلم بھی ہو لیکن اگر سیاہی کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو تو کچھ فائدہ نہیں۔ (ضروری ہے کہ) قلم کسی شخص کے ہاتھ میں ہو اور وہ ہاتھ اُس کو اُس دوات تک لے جائے اور پھر اُس سیاہی سے کاغذ پر کچھ لکھے۔

کاغذ کے مختلف اجزاء کو دیکھو اور غور کرو۔ پھر لکھنے کے لئے ہاتھ کی جنبش اور آنکھ کی بصارت اور دماغ کی قوّتِ متاثرہ سے کام نہ لیا جائے تو کچھ بھی نہیں۔ اب تمام پراگندہ صورتوں پر غور کرو پھر ان کے اتحاد کو دیکھو۔ وہ حالتِ منتشر کیا کچھ مفید ہو سکتی تھی؟ کچھ بھی نہیں لیکن جب ان میں اتحاد اور اختلاط ہوا اور ایک مرکز پر جمع ہو گئیں تو اس سے کتابیں اور نہایت قیمتی تحریریں پیدا ہو گئیں۔ یہ مضمون بجائے خود بڑا وسیع مضمون ہے اور اس پر غور کر کے نہایت مختصر الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ نظام عالم کی رونق اختلاف سے ہے لیکن جب وہ اختلاف ایک مرکز پر متحد ہو۔ اپنے وجود پر غور کرو کس قدر مختلف چیزوں کا مجموعہ ہے لیکن اِن مختلف چیزوں کا اجتماع کیا خوبصورت بن گیا ہے...... یہ خوب یاد رکھو کہ کثرت میں وحدت کی ضرورت ہے جب تک وحدت نہ ہو کثرت مفید ہی نہیں ہو سکتی!!

(بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء)

غرض ملّت میں اتحاد و ائتلاف کی روح پھونکنے اور اسے قائم و دائم رکھنے کے لئے خلافت کے آسمانی نظام کا جاری و ساری رہنا ازبس ضروری ہے۔ اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم اُس وعدہ کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے آیتِ استخلاف میں کیا ہے صحیح معنوں میں مومن بالخلافت بنے رہیں اور اس ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے

اعمالِ صالحہ بجالانے میں نسلاً بعد نسلٍ نہایت شاندار نمونہ قائم کرتے چلے جائیں۔ وہ اعمالِ صالحہ جیسا کہ خود آیتِ استخلاف سے ظاہر ہے یہی ہیں کہ ہم ہر قسم کے شرک سے مجتنب رہتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری کو اپنا دستور العمل بنائیں اور نظامِ خلافت کے ساتھ دلی وابستگی، محبت و عقیدت اور کامل اطاعت کو لازم پکڑتے ہوئے نصرتِ دین کی خاطر ہر قربانی کے لئے ہر دم تیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ قائم ہونے والے خلافت کے آسمانی نظام کو قیامت تک جاری رکھے گا لیکن اس نعمت کے وہی اصل قدردان قرار پائیں گے جو ایمان بالخلافت پر قائم رہتے ہوئے مذکورہ بالا اعمال بجا لائیں گے۔ اتحاد و ائتلاف کی نعمت سے مالا مال رہنے اور دنیا میں اسلام کو غالب کر دکھانے کے تعلق میں نظامِ خلافت کی اس بنیادی اہمیت کے پیشِ نظر ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۴ر جنوری ۱۹۶۰ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت کے تمام افراد کو کھڑا کر کے ان سے یہ عہد لیا تھا کہ:-

"ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔"

(الفضل ۱۶ار فروری ۱۹۶۰ء)

ہمارا اوّلین فرض ہے کہ ہم اِس عہد کو کبھی اور کسی حال میں فراموش نہ ہونے دیں اور اسے حرزِ جان بنا کر اس کے ایک ایک لفظ پر غور کرتے رہیں اور اس کے مقتضیات کو پورا کرنے والے بنیں۔ اسی میں ہماری کامیابی کا راز مضمر ہے اور اسی کے ساتھ دنیا میں غلبۂ اسلام کی خدائی تقدیر وابستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس عہد پر پورا اُترنے کی توفیق بخشے تا ہماری نسلیں قیامت تک روحانی خلافت کی عظیم الشان نعمت کی اہل بنی رہیں اور ہمارا شمار اُن لوگوں میں ہو جن کے حق میں يُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ کی بشارت ہے اور خدا کے نزدیک ہم اُن لوگوں میں شمار نہ کئے جائیں جن کے لئے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کی خوفناک وعید آئی ہے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

(کلماتِ طیّباتِ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام)

# خلافتِ احمدیّہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے بعض واضح ارشادات

## تمہارے لئے قدرتِ ثانیہ کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت واضح ارشادات کے ذریعہ جماعتِ احمدیہ میں نظامِ خلافت کے قائم ہونے کی خبر دی ہے۔ آپ نے صراحت فرمائی ہے کہ مامور من اللہ کے بعد خلافت کے نظام کا قائم ہونا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے اس کی بعثت کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ آپ نے بعثتِ مامور کو قدرتِ اولیٰ اور خلافت کو قدرتِ ثانیہ سے تعبیر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ آپ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلافت کا جو نظام قائم ہوگا وہ دائمی ہوگا اور اس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا حضور علیہ السلام کے یہ ارشادات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ (ادارہ)

---

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

۱۔ "چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تاقیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے **خلافت** کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔"

(شہادۃ القرآن ص۵۷)

۲۔ "یہ خدا تعالیٰ کی سنّت ہے کہ جب سے کہ اُس نے انسان کو زمین پر پیدا کیا ہمیشہ اِس سنّت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجّت زمین پر پوری ہو جائے اور اُس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اِسی طرح خدا تعالیٰ

قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں اُن کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دے دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اُس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم اُن کے پیر جما دیں گے۔"

(الوصیت ص ۵ و ۶)

نمبر۳: "سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب

ممکن نہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے۔ اِس لئے تم میری اِس بات سے جو مَیں نے تمہارے درمیان بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن جب مَیں جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" (الوصیت ص۶)

۴۔ "دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسالِ مرسلین و نبیّین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا اُن کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہِ راست پر آجائیں اور اُن کے نمونے پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالےٰ نے چاہا کہ اِس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔"

(سبز اشتہار ص۱۶ حاشیہ)

۵۔ "صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اُس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پا جاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعے اُسے مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا از سرِ نو اُس خلیفہ کے ذریعے اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا۔ اِس میں

بھی یہی بھید تھا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالےٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمائے گا کیونکہ یہ خدا ہی کا کام ہے اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں ......... ایک الہام میں اللہ تعالےٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ۔"

(الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء)

۶۔ ثُمَّ یُسَافِرُ الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ اَوْ خَلِیْفَۃٌ مِّنْ خُلَفَائِہٖ اِلٰی اَرْضِ دِمَشْقَ۔" (حمامۃ البشریٰ) - یعنی مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ سفر کرتا ہوا دمشق کے علاقہ میں جائے گا۔

---

# زندگی بخش جام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مریگا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے مُنہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کے مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مُردہ دلوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جُرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اُس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا۔"

(ازالہ اوہام صـ۲ـ - طبع اوّل)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

# مجھے صدی کے سر پر مجدّد بنا کر بھیجا گیا

وَوَاللّٰہِ اِنِّیْ مُؤْمِنٌ وَّ مُحِبُّہٗ ۔۔۔ أَأَنْتَ عَلَیْنَا بَابَ ذِی الْمَجْدِ تُغْلِقُ

اللہ کی قسم میں مومن اور محبِ خدا ہوں۔ اے مخاطب! کیا تو ہم پر خدا تعالیٰ کا دروازہ بند کرتا ہے

وَتَذْکُرُنِیْ کَالْمُفْسِدِیْنَ مُحَقِّرًا ۔۔۔ تَقُوْلُ فَقِیْرٌ مُفْلِسٌ بَلْ کَمُدْحَقٍ

اور مجھے تحقیر سے یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایک محتاج، مفلس بلکہ ایک ایسے آدمی کی طرح ہے جو بالکل بے نصیب ہو

أَتَفْخَرُ یَا مِسْکِیْنُ مِنْ قِلَّۃِ النُّھٰی ۔۔۔ بِمَالٍ وَّ اَوْلَادٍ وَّ جَاہٍ وَّ نُسْتَقٍ

اے مسکین کیا کم عقلی کی وجہ سے تو مال اور اولاد اور مرتبہ اور نوکروں چاکروں پر فخر کرتا ہے۔

وَمَا الْفَخْرُ اِلَّا بِالتُّقَاۃِ وَبِالْھُدٰی ۔۔۔ وَلَا مَالَ فِی الدُّنْیَا کَقَلْبٍ یَّتَّقِیْ

اور فخر محض پرہیزگاری کے ساتھ ہے۔ اور دنیا میں کوئی مال پرہیزگار دل کی طرح نہیں۔

تَسُبُّ وَقَدْ شَاھَدْتَ صِدْقِیْ وَاٰیَتِیْ ۔۔۔ وَاِنَّ الْفَتٰی بَعْدَ الْبَصِیْرَۃِ یَعْتَقِیْ

تو مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ میرا صدق اور میری نشان دیکھ چکا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کامل انسان نشان دیکھنے کے بعد بری باتوں سے رک جاتا ہے۔

عَلٰی رَأْسِ مِائَۃٍ بُعِثْ رَجُلٌ مُجَدِّدٌ ۔۔۔ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ لَا کَقَوْلٍ مُّلَفَّقٍ

صدی کے سر پر ایک مجدّد آیا۔ یہ حدیث صحیح ہے کوئی بناوٹی قول نہیں ہے۔

نَشَأْتُ اُحِبُّ الصِّدْقَ طِفْلًا وَّ یَافِعًا ۔۔۔ وَکَھْلًا وَّ لَوْ مُزِّقْتُ کُلَّ الْمُمَزَّقِ

میں بچپن سے جوانی اور ادھیڑ عمر کے زمانہ تک سچائی سے محبت رکھتا رہا ہوں۔ اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جاؤں۔

وَلَا یُفْلِحُ الْاِنْسَانُ اِلَّا بِصِدْقِہٖ ۔۔۔ وَکُلُّ کَذُوْبٍ لَا مَحَالَۃَ یُوْبَقٗ

اور انسان محض صدق سے نجات پاتا ہے۔ اور ہر دروغ گو آخر ہلاک ہوتا ہے۔

(درثمین عربی صفحہ ۲۷)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام

# عاشقانِ دینِ محمدؐ کا مقام

فدائے بازوئے آناں ہزار زاہد باد
ان لوگوں کے ایک بازو پر ہزار زاہد قربان ہوں

کہ جانِ شاں بَرہِ دینِ حق فنا باشد
جن کی جان دینِ حق پر نثار ہے۔

گرفتگانِ محبّت مسخّرانِ جمال
وہ محبت کے قیدی اور حُسن کے بندے ہیں۔

روندگانِ رہے کاں رہِ فنا باشد
اور اس راہ پر چلنے والے ہیں جو فنا کا راستہ ہے۔

امامِ وقت ہماں پہلوانِ میدانست
امامِ وقت میدانِ کارزار کا وہی پہلوان ہے

کہ تیغ بر سر و سرپیشِ آشنا باشد
جس کے سر پر تلوار ہے اور سر دوست کے حضور میں ہے۔

جہان و جاہِ جہاں نزدِ شاں چناں ہیچ است
ان کے نزدیک دنیا اور دنیا کی عزت ایسی حقیر چیز ہے

کہ پیشِ چشمِ تو یک خس ز بوریا باشد
جیسے تیری نظر میں بوریے کا ایک تنکا۔

قمر مقابلہ با رُوئے شاں نیارد کرد
چاند ان کے مُنہ سے مقابلہ نہیں کر سکتا

کہ نورِ او زِ خور، ایں نور از خدا باشد
کیونکہ اُس کا نور سورج سے ہے اور ان کا نور خدا سے

بحضرتِ صمدی آبروئے ہے دارند
یہ لوگ بارگاہِ صمدی میں عزت والے ہیں۔

دعائے گریۂ شاں خارقُ السّما باشد
اور ان کی آہ وزاری کی دُعا آسمان کو چیر دیتی ہے۔

رمد زِ صحبتِ شاں جذبہ ہائے تاریکی
ان کی صحبت میں رہ کر گناہ کا جذبہ بھاگ جاتا ہے۔

دمد زِ گلشنِ شاں آنچہ دلکشا باشد
اور ان کے چمن میں وہ بہار جوش مارتی ہے جو مفرحِ دل ہے

ہزار جہد کُنی زر نگردد ایں مسِ نفس
تُو ہزار کوشش کر نفس کا تانبا سونا نہیں بنے گا۔

مگر بدوستئ شاں کہ کیمیا باشد
مگر ان کی دوستی سے جو کیمیا کا اثر رکھتی ہے یہ بات ہو سکتی ہے۔

(تریاق القلوب)

# مسلمانوں سے خلافت کا وعدۂ الٰہی

(رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تفسیر کبیر (جلد پنجم حصہ اول) میں سورۃ نور کی آیت استخلاف کی جو پُر معارف تفسیر رقم فرمائی ہے اس کا ایک حصہ افادہ احباب کی غرض سے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

---

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝" (نور آیت ۵۶)

ان آیات سے یہ مضمون شروع ہوتا ہے کہ اگر مسلمان قومی طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے تو ان کو کیا انعام ملے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے جو لوگ خلافت پر ایمان لائیں گے اور خلافت کے استحقاق کے مطابق عمل کریں گے اور ایسے اعمال بجا لائیں گے جو انہیں خلافت کا مستحق بنا دیں ان سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو اس نے خلیفہ بنایا اور ان کی خاطر ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے دنیا میں قائم کرے گا اور جب بھی ان پر خوف آئے گا اس کو امن سے بدل دے گا اور ایسا ہو گا کہ وہ میری عبادت کرتے رہیں گے اور کسی کو میرا شریک قرار نہیں دیں گے لیکن جو لوگ مسئلہ خلافت پر ایمان لانا چھوڑ دیں گے وہ انعام سے متمتع نہیں ہوں گے بلکہ اطاعت سے خارج سمجھے جائیں گے۔

اس آیت میں مسلمانوں کی قسمت کا آخری فیصلہ کیا گیا ہے اور ان سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ خلافت کے قائل رہے اور اس غرض کے لئے مناسب کوشش اور جدوجہد بھی کرتے رہے تو جس طرح پہلی قوموں میں خدا تعالیٰ نے خلافت قائم کی ہے اسی طرح ان کے اندر بھی خدا تعالیٰ خلافت قائم کر دے گا اور خلافت کے ذریعہ سے

اُن کو اُن کے دین پر قائم فرمائے گا جو خدا نے اُن کے لئے پسند کیا ہے اور دین کی جڑیں مضبوط کر دے گا اور خوف کے بعد امن کی حالت اُن پر لے آئے گا جس کے نتیجہ میں وہ خدائے واحد کے پرستار بنے رہیں گے اور شرک نہیں کریں گے۔

مگر یاد رکھنا چاہیئے یہ ایک وعدہ ہے پیشگوئی نہیں۔ اگر مسلمان ایمان بالخلافت پر قائم نہیں رہیں گے اور اُن اعمال کو ترک کر دیں گے جو خلافت کے قیام کے لئے ضروری ہیں تو وہ اس انعام کے مستحق نہیں رہیں گے اور خدا پر وہ یہ الزام نہیں دے سکیں گے کہ اُس نے وعدہ پورا نہیں کیا۔

پھر خلافت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرّسول لعلّکم ترحمون یعنی جب خلافت کا نظام جاری کیا جائے تو اُس وقت تمہارا فرض ہے کہ تم نمازیں قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو۔ گویا خلفاء کے ساتھ دین کی تمکین کر کے وہ اطاعتِ رسول کرنے والے ہی قرار پائیں گے۔ یہ وہی نکتہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا کہ مَن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصیٰ امیری فقد عصانی۔ یعنی جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ پس واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلّکم ترحمون فرما کر اِس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اُس وقت رسول کی اطاعت اِسی رنگ میں ہوگی کہ اشاعت و تمکینِ دین کے لئے نمازیں قائم کی جائیں، زکوٰتیں دی جائیں اور خلفاء کی پورے طور پر اطاعت کی جائے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اِس طرف توجہ دلائی ہے کہ اقامت الصلوٰۃ اپنے صحیح معنوں میں خلافت کے بغیر نہیں ہو سکتی اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی خلافت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ دیکھ لو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ کی وصولی کا باقاعدہ انتظام تھا۔ پھر جب آپ کی وفات ہو گئی اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہو گئے تو اہلِ عرب کے کثیر حصہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ حکم صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی مخصوص تھا بعد کے خلفاء کے لئے نہیں۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کے اِس مطالبہ کو تسلیم نہ کیا بلکہ فرمایا کہ اگر یہ لوگ اونٹ کے گھٹنے کو باندھنے والی رسّی بھی زکوٰۃ میں دینے سے انکار کریں گے تو میں اُن سے جنگ جاری رکھوں گا اور اُس وقت تک بس نہیں کروں گا جب تک اُن سے اُسی رنگ میں زکوٰۃ وصول نہ کر لوں جس رنگ میں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ادا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اِس مہم میں کامیاب ہوئے اور زکوٰۃ کا نظام پھر جاری ہو گیا جو بعد میں خلفاء کے زمانے میں بھی جاری رہا۔ مگر جب سے خلافت جاتی رہی مسلمانوں

میں زکوٰۃ کی وصولی کا بھی کوئی انتظام نہ رہا اور یہی اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں فرمایا تھا کہ اگر خلافت کا نظام نہ ہو تو مسلمان زکوٰۃ کے حکم پر عمل ہی نہیں کر سکتے۔ اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ جیسا کہ اسلامی تعلیم کا منشاء ہے امراء سے لی جاتی ہے اور ایک نظام کے ماتحت غرباء کی ضروریات پر خرچ کی جاتی ہے۔ اب ایسا وہیں ہو سکتا ہے جہاں ایک باقاعدہ نظام ہو۔ اکیلا آدمی اگر چند غرباء میں زکوٰۃ کا روپیہ تقسیم بھی کر دے تو اس کے وہ خوشگوار نتائج کہاں نکل سکتے ہیں جبکہ زکوٰۃ ساری جماعت سے وصول کی جائے اور ساری جماعت کے غرباء میں تقسیم کی جائے۔

اِسی طرح اقامتِ الصلوٰۃ بھی اپنے صحیح معنوں میں خلافت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ آج اِس کی وجہ یہ ہے کہ صلوٰۃ کا بہترین حصہ جمعہ ہے جس میں خطبہ پڑھا جاتا ہے اور قومی ضرورتوں کو لوگوں کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ اب اگر خلافت کا نظام نہ ہو تو قومی ضروریات کا پتہ کس طرح لگ سکتا ہے۔ مثلاً پاکستان کی جماعتوں کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ چین اور جاپان اور دیگر ممالک میں اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں کیا ہو رہا ہے اور اسلام ان سے کن قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اگر ایک مرکز ہوگا اور ایک خلیفہ ہوگا جو تمام مسلمانوں کے نزدیک واجب الاطاعت ہوگا تو اُسے تمام اکنافِ عالم سے رپورٹیں پہنچتی رہیں گی کہ یہاں یہ ہو رہا ہے اور وہاں وہ ہو رہا ہے اور اس طرح وہ لوگوں کو بتا سکے گا کہ آج فلاں قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے اور آج فلاں قسم کی خدمات کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے کی حاجت ہے۔ درحقیقت اقامت الصلوٰۃ بھی بغیر خلیفہ کے نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح اطاعتِ رسول بھی جس کا اِس آیت میں ذکر ہے خلیفہ کے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ رسول کی اطاعت کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ سب کو وحدت کے ایک رشتہ میں پرو دیا جائے۔ یوں تو صحابہؓ بھی نمازیں پڑھتے تھے اور آجکل کے مسلمان بھی نمازیں پڑھتے ہیں، صحابہؓ بھی حج کرتے تھے اور آجکل کے مسلمان بھی حج کرتے ہیں۔ پھر صحابہؓ اور آجکل کے مسلمانوں میں فرق کیا ہے؟ یہی ہے کہ صحابہؓ میں ایک نظام کے تابع ہونے کی وجہ سے اطاعت کی رُوح حدِ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جب بھی کوئی حکم دیتے صحابہؓ اُسی وقت اُس پر عمل کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ اطاعت کی رُوح آجکل کے مسلمانوں میں نہیں۔ مسلمان نمازیں بھی پڑھیں گے، روزے بھی رکھیں گے، حج بھی کریں گے، مگر اُن کے اندر اطاعت کا مادہ نہیں ہوگا کیونکہ اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس جب بھی خلافت ہوگی اطاعتِ رسول بھی ہوگی۔ کیونکہ اطاعتِ رسول یہ نہیں کہ نمازیں پڑھو یا روزے رکھو یا حج کرو، یہ تو خدا کے احکام کی اطاعت ہے۔ اطاعتِ رسول یہ ہے کہ جب وہ کہے کہ اب نمازوں پر زور دینے کا وقت ہے تو سب لوگ نمازوں پر زور دینا شروع کر دیں، اور جب وہ کہے اب زکوٰۃ اور چندوں کی ضرورت ہے تو وہ زکوٰۃ اور چندوں پر

زور دینا شروع کر دیں، اور جب وہ کہے کہ اب دین کی خاطر جانی قربانی کی ضرورت ہے یا وطن کو ترک کرنے کی ضرورت ہے تو وہ جانیں قربان کرنے یا وطن ترک کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ غرض یہ تین باتیں ایسی ہیں جو خلافت کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔ اگر خلافت نہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری نمازیں بھی جاتی رہیں گی، تمہاری زکوٰۃ بھی جاتی رہے گی، اور تمہارے دل سے اطاعتِ رسول کا مادہ بھی جاتا رہے گا۔

ہماری جماعت کو چونکہ ایک نظام کے ماتحت رہنے کی عادت ہے اور اس کے افراد اطاعت کا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں اس لئے اگر ہماری جماعت کے افراد کو آج اٹھا کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رکھ دیا جائے تو وہ اسی طرح اطاعت کرنے لگ جائیں گے جس طرح صحابہؓ کیا کرتے تھے۔ لیکن اگر کسی غیر احمدی کو اپنی بصیرت کی آنکھ سے تم اُس زمانہ میں لے جاؤ تو تمہیں قدم قدم پر وہ ٹھوکریں کھاتا ہوا دکھائی دیگا اور وہ کہے گا ذرا ٹھہر جائیں مجھے فلاں حکم کی سمجھ نہیں آئی بلکہ جس طرح ایک پٹھان کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے کہہ دیا "تو، محمد صاحب کا نماز ٹوٹ گیا" کیونکہ قدوری میں لکھا ہے کہ حرکتِ کبیرہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اسی طرح وہ بعض باتوں کا انکار کرنے لگ جائے گا۔ لیکن اگر ایک احمدی کو لے جاؤ تو اُس کو پتہ بھی نہیں لگے گا کہ وہ کسی غیر مانوس ماحول میں آگیا ہے بلکہ جس طرح مشین کا پُرزہ فوراً اپنی جگہ پر لگ جاتا ہے اسی طرح وہ وہاں فٹ آجائے گا اور جاتے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی بن جائے گا اور آپ کے ہر حکم کی بلا چون وچرا اطاعت کرنے لگ جائے گا اور ائمہ اربعہ کبھی اس کے لئے ٹھوکر کا موجب نہیں بنیں گے کیونکہ وہ سمجھتا ہوگا کہ اصل حکم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ائمہ اربعہ تو محض آپ کے غلام بلکہ شاگردوں کے بھی شاگرد ہیں۔

یہ آیت جو آیتِ استخلاف کہلاتی ہے اس میں مندرجہ ذیل امور بیان کئے گئے ہیں :-

اوّل، جس انعام کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ ایک وعدہ ہے۔

دوم، یہ وعدہ اُمت سے ہے جب تک وہ ایمان اور عمل صالح پر کاربند ہے۔

سوم، اس وعدہ کی غرض یہ ہے کہ (ا) مسلمان بھی وہی انعام پائیں جو پہلی اُمتوں نے پائے تھے کیونکہ فرماتا ہے لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (ب) اس وعدے کی دوسری غرض تمکین دین ہے (ج) اس کی تیسری غرض مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دینا ہے۔ (د) اس کی چوتھی غرض شرک کا دُور کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا قیام ہے۔

اس آیت کے آخر میں ومن کفر بعد ذلک فاولٓئک ھم الفاسقون کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اس کے وعدہ ہونے پر زور دیا اور ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (ابراہیم آیت ۸) کے وعید کی طرف توجہ دلائی کہ ہم جو انعامات تم پر نازل کرنے لگے ہیں اگر تم ان کی ناقدری کرو گے تو ہم تمہیں سخت سزا دیں گے۔

خلافت بھی چونکہ ایک بھاری انعام ہے اس لئے یاد رکھو جو لوگ اس کی ناشکری کریں گے فاسق ہو جائیں گے۔
یہ آیت ایک زبردست شہادت خلافت راشدہ پر ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور احسان مسلمانوں میں خلافت کا نظام قائم کیا جائے گا جو مؤیّد من اللہ ہوگا جیسا کہ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض اور ولیمکّننّ لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم سے ظاہر ہے۔ اور جو مسلمانوں کو پہلی قوموں کے انعامات میں سے وافر حصّہ دلانے والا ہوگا"۔

---

# سچّی حقیقتیں!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اور میری جو حالت ہے وہ خداوند کریم خوب جانتا ہے۔ اُس نے مجھ پر کامل طور پر اپنی برکتیں نازل کی ہیں اور اتّباع نبوی میں ایک گرم جوش فطرت بخش کر مجھے بھیجا ہے کہ تا حقیقی متابعت کی راہیں لوگوں کو سکھلاؤں اور اُن کو اس علمی اور عملی ظلمت سے باہر نکالوں جو بوجہ کم توجہی اُن پر محیط ہو رہی ہے۔ مَیں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میری رُوح میں کچھ زیادہ سرمایہ علوم کسبیہ ہے بلکہ مَیں اپنی ہیچ مدانی اور کم لیاقتی کا سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اقرار کرتا ہوں لیکن ساتھ اس کے مَیں اس اقرار کو بھی مخفی نہیں رکھ سکتا کہ میرے جیسے ہیچ اور ذلیل اور اُمّی کو خداوند کریم نے اپنے کنارِ تربیت میں لے لیا اور ان مخفی حقیقتوں اور کامل معارف سے مجھے آگاہ کر دیا کہ اگر مَیں تمام غور و فکر کرنے والوں سے زیادہ غور و فکر کرتا رہتا اور باایں ہمہ ایک لمبی عمر بھی پاتا تب بھی ان حقائق اور معارف تک ہرگز نہ پہنچ سکتا۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۸۲ طبع اوّل)

# اسلام اور پاکستان کا وسیع تر مفاد اور اس کا اہم تقاضہ

## حکومتِ مغربی پاکستان اپنا غیر منصفانہ حکم فوراً واپس لے

ہر وہ مسلمان جسے اسلام کا ذرا بھی پاس ہے اور جو دنیا میں اس کی ترقی و سربلندی میں ذرا بھی دلچسپی رکھتا ہے آج اُس کا دل فگار اور آنکھیں اشکبار ہیں، اشکبار ہی نہیں بلکہ خون کے آنسو رو رہی ہیں اس لئے کہ حکومتِ مغربی پاکستان نے اثرات و مضمرات کا ذرا بھی خیال کئے بغیر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب موسومہ "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کی ضبطی کا حکم صادر کر کے اسلام دوستی کا نہیں بلکہ اپنی ناعاقبت اندیشی سے عیسائیت نوازی کا ثبوت دیا ہے۔ صوبائی حکومت کا یہ اقدام جس نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھا جائے سراسر غیر منصفانہ اور غیر دانشمندانہ ثابت ہوتا ہے۔ نہ اس میں جماعتِ احمدیہ کے بنیادی مذہبی حقوق کا کوئی پاس کیا گیا ہے، نہ اسلام کے وسیع تر مفاد کو کوئی اہمیت دی گئی ہے، اور نہ پاکستان کے مفاد ہی کا کچھ لحاظ کیا گیا ہے۔ ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی باک نہیں کہ اس حکم کے نافذ کرنے میں دانستہ یا نادانستہ سراسر زیادتی کی راہ اختیار کر کے ان تینوں امور کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے اور اس کے بالمقابل ایک اسلامی مملکت میں عیسائیت کو جس کی جڑیں یہاں پہلے ہی بہت مضبوط ہیں اپنے حلقۂ اثر کو وسیع سے وسیع تر کرنے کی کھلی چھٹی دیدی گئی ہے۔

---

جہاں تک جماعتِ احمدیہ کے بنیادی مذہبی حقوق اور عام مذہبی آزادی کا سوال ہے پاکستان کے وفادار، پابندِ قانون اور امن پسند شہریوں کی حیثیت سے جماعتِ احمدیہ کے افراد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جن عقائد و نظریات اور جس علمِ کلام اور لٹریچر کو مقدس اور واجب التعظیم سمجھتے ہیں انہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ ان سے دستکش ہو کر محروم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بالفاظِ دیگر کوئی ایسا اقدام نہ کیا جائے کہ جس کے نتیجہ میں ان کے اس جائز حق میں کوئی کمی یا رخنہ واقع ہو سکتا ہو۔

جماعت احمدیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو مامور من اللہ مانتی ہے۔ آپ کی زبانِ مبارک اور قلمِ معجز رقم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اس کے نزدیک مقدس و محترم اور نہایت درجہ واجب التعظیم ہے۔ وہ آپ کے ارشاداتِ عالیہ اور آسمانی علوم و معارف اور ہدایت و روشنی سے مملو رشحاتِ قلم کو گزشتہ ستر سال سے گہری عقیدت اور عشق و محبت کے بے پناہ جذبے سے سرشار ہو کر سینے سے لگائے چلی آرہی ہے۔ اس کے نزدیک آپ کا پیدا کردہ لٹریچر اور اس کا ایک ایک حرف روحانی حقائق و دقائق اور علمِ لدنی کا سرچشمہ ہے جو مُردہ رُوحوں کے لئے زندگی بخش جام اور آبِ حیات کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ اس کی انقلاب انگیز تاثیرات کا اوّل دن سے مشاہدہ کرتے چلے آرہے ہیں اور پورے انشراح اور دلی بصیرت کے ساتھ اُس کی ان تاثیرات پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ انہیں اپنی جان، اپنی عزت، اپنے مال، اپنی اولاد اور اپنے خویش و اقارب سے کہیں بڑھ کر عزیز ہے۔ وہ اس کی حرمت، اس کی حفاظت اور اس کی اشاعت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینا عین سعادت سمجھتے ہیں۔ ہر دُکھ، ہر مصیبت، اور ہر تکلیف و صعوبت خواہ کتنی ہی عظیم اور کتنی ہی اذیت پہنچانے والی اور بلاؤں میں گرفتار کرنے والی کیوں نہ ہو وہ اسے ہنسی خوشی برداشت کر سکتے ہیں لیکن یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ قرآن مجید اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ کے بعد یہ مقدس لٹریچر یا اس کا کوئی ایک حصہ، نہیں بلکہ اس کا کوئی ایک حرف یا شعشہ ضبط کر کے اس پر پابندی لگائی جائے۔ اِس مقدس لٹریچر کی انقلاب انگیز تاثیرات کے نتیجہ میں اطراف و جوانبِ عالم میں انسانوں کی کایا پلٹ رہی ہے اور اسلام اور اس کی بے مثال و لازوال شریعت دنیا میں پھیلتی اور اقوام و ملل کے قلوب و اذہان پر اپنا سکہ بٹھاتی چلی جا رہی ہے۔ ان کا یہ جائز اور بنیادی حق ہے کہ وہ اپنے اس مقدس اور واجب التعظیم لٹریچر کو اپنے پاس رکھیں، اس سے نُور اور روشنی حاصل کریں، اسے دنیا میں پھیلا کر اسلام کو زمین کے چپّہ چپّہ پر غالب کریں اور اس طرح رُوئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والہ و شیدا بنائیں۔

اِس لٹریچر یا اس کے کسی ایک حصّہ کو ضبط کر کے انہیں صداقتِ اسلام کے اُن دلائل سے محروم کرنا جو دیگر ادیان کے بالمقابل اسلام کے نہایت درجہ کارگر اور انتہائی مؤثر ہتھیاروں کی حیثیت رکھتے ہیں ایک نادر ظلم توڑنے اور ان کے بنیادی حق کو تلف کرنے کے مترادف ہے۔ دنیا کی کوئی متمدن حکومت کسی پابندِ قانون اور پُرامن جماعت کو اُس کے اِس بنیادی حق سے محروم کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی چہ جائیکہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی کوئی حکومت ایسا غیر عادلانہ اقدام کرنے پر آمادہ ہو۔

---

پھر کتاب کی ضبطی کا حکم براہِ راست اسلام کے وسیع تر مفاد کو بھی نقصان پہنچانے کا موجب ہے۔ وہ اس طرح کہ زیرِ نظر کتاب جیسا کہ خود اس کے نام سے ظاہر ہے اسلام سے مرتد ہو کر دینِ مسیحی قبول کرنے والے ایک عیسائی کے سوالوں کے جواب میں ہے۔ اِس میں عیسائیت کے بالمقابل اسلام کی صداقت اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی اعلیٰ و ارفع مقام اور عظمت و جلالتِ شان کو آشکارا کر کے اُن رکیک حملوں اور بیہودہ اعتراضوں کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا گیا ہے جو بالعموم عیسائیوں کی طرف سے اسلام پر کئے جاتے ہیں۔ اعتراضات تو بدستور قائم رہیں اور عیسائی اپنے لیکچروں اور تبلیغی ملاقاتوں میں اُنہیں دُہرا دُہرا کر اسلام کے خلاف غلط فہمیاں پھیلانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں لیکن اسلام کی طرف سے اُن کا انتہائی معقول، مدلّل اور دندان شکن جواب ضبط کر لیا جائے ــــ اِس سے بڑھ کر اسلام کے مفاد کو نقصان پہنچانے کی اور کونسی صورت ہو سکتی ہے؟ یہ اسلام کے ساتھ اتنی بڑی ناانصافی ہے جس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ اور پھر اِس کی شدت میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ضبطی کا یہ حکم کسی عیسائی ملک کی عیسائی حکومت نے نہیں، کسی اسلامی ملک کی غیر اسلامی حکومت نے نہیں، بلکہ ایک اسلامی ملک کی اسلامی حکومت نے دیا ہے۔ اِس پر انتہائی درد و کرب کے عالم میں مُنہ سے بے ساختہ انّا للہ و انّا الیہ راجعون کے الفاظ نکلے بغیر نہیں رہتے۔ ہم مجبور ہیں یہ کہنے پر کہ اسلام کی تائید و حمایت تو درکنار ایسا اقدام تو ہر چند کہ بیناد انستہ ہی ہو اسلام کے بالمقابل عیسائیت نوازی کے مترادف ہے۔

پھر اسلام کی تائید و حمایت میں جس مقدس لٹریچر کا زیرِ نظر کتاب ایک حصہ ہے اس کے مطالعہ اور اس کی پاک تاثیرات کے نتیجہ میں مغرب کے عیسائی ممالک کے ہزاروں افراد عیسائیت کو ترک کر کے اسلام کی عافیت بخش آغوش میں آ چکے ہیں اور وہ دن رات نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کو سعادتِ عظمیٰ یقین کرتے ہیں۔ کجا یہ کہ پہلے وہ دن رات اسلام اور انسانیت کے محسن اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبانِ طعن دراز کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے تھے اور کجا یہ کہ آج وہ خود اسلام اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والہ و شیدا ہو کر آپ پر دن اور رات درود بھیج رہے ہیں۔ یہ عظیم الشان روحانی انقلاب خاص خدائی نصرت کے ماتحت مامور من اللہ کے پیدا کردہ لٹریچر کی بدولت ہی رونما ہوا ہے۔ اگر یہ لٹریچر یا اس کا کوئی حصہ اُس خطۂ زمین میں ہی ضبط قرار دیدیا جائے جو اُس کا مولد و مسکن ہے تو پھر عیسائی حکومتیں مذہبی امور میں اپنی رواداری نہ پالیسی کے باوجود کیوں نہ اسلامی لٹریچر پر پابندی عائد کریں گی اور اِس سے تبلیغِ اسلام کی عالمگیر مہم کو کیا کچھ نقصان نہ پہنچے گا؟ مزید برآں خود پاکستان میں اسلام کے دفاع پر پابندی عائد ہو جانے سے عیسائیت کیا کچھ گل نہ کھلائے گی۔ اِس کے ہولناک نتائج پر اگر غور کیا جائے تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہوئے بغیر

نہیں رہتے۔

---

جماعتِ احمدیہ کے بنیادی حقوق اور اسلام کے وسیع تر مفاد کے علاوہ خود پاکستان کے مفاد کے نقطۂ نگاہ سے بھی کتاب کی ضبطی کا حکم نہایت درجہ غیر دانشمندانہ اور ناعاقبت اندیشانہ ہے۔ ایک پابندِ قانون اور پُرامن مذہبی جماعت کے لٹریچر کے کسی حصہ پر پابندی لگانے سے آخر غیر ممالک کی حکومتیں اور عوام پاکستان کے متعلق کیا تاثر لیں گے۔ ہوسکتا ہے ان ممالک کے عیسائی حلقے تو دل ہی دل میں اس بات پر خوش ہوں کہ ایک اسلامی ملک نے خود ہی اسلام کے دفاع کو ناممکن بنا کر وہاں عیسائیت کے فروغ کی راہ ہموار کر دی ہے لیکن مغربی ملکوں کے وہ ہزاروں ہزار نومسلم جنہیں ضبط شدہ کتاب اور اس جیسی دوسری عظیم المرتبت کتابوں کی وجہ سے ہی ایمان کی دولت میسر آئی ہے اور وہ اسلام کے نور سے منور ہوئے ہیں ان کے دلوں پر کیا گزرے گی اور وہ پاکستان اور اُس کی حکومت کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو منظرِ عام پر بھی آچکی ہے کہ مغربی ممالک کے نومسلم اس کتاب کی ضبطی پر شدتِ رنج وغم اور درد والم سے تڑپ اُٹھے ہیں اور اُنہوں نے اس امر پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا ہے کہ مغربی پاکستان کی اسلامی حکومت نے اُس مقدس کتاب کو ضبط کیا ہے جو اُن عظیم المرتبت کتابوں میں سے ایک ہے جن کے طفیل انہیں عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی ہے۔ پھر انہوں نے برملا کہا ہے کہ وہ اس امر کو مذہبی آزادی کی جڑوں پر تبر رکھنے کے مترادف سمجھتے ہیں کہ ایک پُرامن مذہبی جماعت کے ہاتھوں سے ایک ایسی کتاب کو چھین لیا جائے جسے وہ ۶۶ سال سے مقدس اور واجب التعظیم سمجھتے ہوئے اپنے سینوں سے لگائے چلی آرہی ہو۔

الغرض جس نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھا جائے حکومتِ مغربی پاکستان کا یہ اقدام نہایت درجہ غیر منصفانہ، غیر دانشمندانہ اور ناعاقبت اندیشانہ ہے۔ بجز عیسائیت کے اسلام اور پاکستان دونوں میں سے کسی کے مفاد کو بھی اس سے فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ حق یہ ہے کہ اُلٹا ان کے مفاد کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے بغیر نہیں رہتا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ مغربی پاکستان کی حکومت نے کسی ناعاقبت اندیش مشیر کے اُکسانے پر ایسا غیر دانشمندانہ حکم اس کے نہایت مضر اثرات و مضمرات کا خیال کئے بغیر صادر کیا ہے۔ ہم اس حکم کے خلاف پُر زور احتجاج کرتے ہوئے پوری دردمندی کے ساتھ حکومت پر یہ واضح کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اسلام اور پاکستان کا وسیع تر مفاد اس امر کا مقتضی ہے کہ حکومت ایک لحہ توقف کئے بغیر فوری طور پر ایسے

غیر منصفانہ اور غیر دانشمندانہ حکم کو واپس لے تاکہ اس کی مضرت کا بر وقت سدِّباب ہو سکے۔

ہم اپنے قادر و توانا خدا کے حضور بھی دُعا کرتے ہیں کہ اے احکم الحاکمین تو ہماری حکومت کی رہنمائی فرما، تا اسے جماعت احمدیہ کے ساتھ انصاف کرنے اور اسلام اور پاکستان کے مفادات کے پیشِ نظر اس سراسر غیر دانشمندانہ اور ناعاقبت اندیشانہ حکم کو فوری طور پر منسوخ کرنے کی توفیق ملے۔ آمین یا احکم الحاکمین۔

# خدا کے نشان کب ظاہر ہوتے ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں بلکہ بڑا معجزہ ان کا استجابت دعا ہی ہے۔ جب ان کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدّت سے بے قراری ہوتی ہے اور اس شدید بے قراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا اُن کی سُنتا ہے اور اُس وقت اُن کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ خدا ایک مخفی خزانہ کی طرح ہے کامل مقبولوں کے ذریعہ سے وہ اپنا چہرہ دکھلاتا ہے۔ خدا کے نشان تبھی ظاہر ہوتے ہیں جب اُس کے مقبول ستائے جاتے ہیں اور جب حد سے زیادہ انکو دُکھ دیا جاتا ہے تو سمجھو کہ خدا کا نشان نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر۔ کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کریگا جیسا کہ خدا ان لوگوں سے کرتا ہے جو دل وجان سے اُسکے ہو جاتے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸)

# "اللہ تعالیٰ کے خاص بندے"

(مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے۔قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

(قسط سوم)

گزشتہ دو اقساط میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پُر معارف تحریرات کی روشنی میں اِس امر پر روشنی ڈالی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جب اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے اُوپر فنا وارد کر کے اسی کے ہو رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں اپنا لیتا، اپنی آغوشِ رحمت میں انہیں پناہ دیتا اور خود ان کا حافظ و ناصر ہو جاتا ہے اس طرح کہ پھر اُن کو کسی قسم کا خطرہ نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے خاص بندوں کو خدا تعالیٰ اور اس کی نصرت پر ایسا کامل یقین ہوتا ہے کہ وہ اُس کی خاطر بڑی سے بڑی مشکل اور عظیم سے عظیم مصیبت اور ابتلاء کو خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ ثابت قدمی اور اولوالعزمی کا ایسا شاندار مظاہرہ کرتے ہیں جو اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت میں انتہائی مہیب خطرات کے وقت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو پیش کرنے کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی ایک واقعہ پیش کیا گیا تھا۔ مضمون کی تیسری اور آخری قسط میں فاضل مضمون نگار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا ایک ایمان افروز واقعہ پیش کر کے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو خدا تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ حوادث کی آندھیاں اور مصائب کی چکیاں اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اور وہ فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت کے بل پر اپنے مقصد کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں ــــ (ادارہ)

(۴)

اب اِس زمانہ کے ایک بطلِ جلیل کا واقعہ سنیئے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے مولوی محمد حسین صاحب سکنہ بھیں کے نوٹوں میں سے سرقہ کر کے اس کا حوالہ دیئے بغیر ایک کتاب "سیفِ چشتیائی" لکھی تھی۔ اِس سلسلہ میں جو خط وکتابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور حضرت مولوی فضل دین صاحب بھیرویؓ کے ساتھ میاں شہاب الدین صاحب اور مولوی کرم الدین صاحب سکنہ بھیں نے کی تھی اسے حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ ایڈیٹر "الحکم" نے شائع کر دیا تھا۔ اس کی اشاعت پر مولوی کرم الدین صاحب سکنہ بھیں بہت برہم ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے جہلم کی ایک عدالت میں مذکورۃ الصدر تینوں بزرگوں کے خلاف ازالہ حیثیتِ عرفی کا دعویٰ دائر کر دیا۔ اللہ تعالےٰ

نے ایک سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو متعدد بار رؤیا میں یہ تسلی دی تھی کہ ایک شخص لئیم آپ کی عزت کو نقصان پہنچانا چاہے گا لیکن وہ نامراد رہے گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے جو اُن دنوں "مواہب الرحمٰن" تصنیف فرما رہے تھے اس میں یہ رؤیا درج کر دی تھی۔ جب حضورؑ اس مقدمہ میں پیشی کے لئے ۱۵ر جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان سے جہلم کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں ۱۶ر جنوری کو بمقام لاہور حضور علیہ السلام کو الہام ہوا اُرِیْکَ بَرَکَاتٍ مِنْ کُلِّ طَرْفٍ۔ یعنی میں تجھے ہر پہلو سے برکتیں دکھاؤں گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اُسی وقت یہ الہام احباب کو سنا دیا۔ حضورؑ جہلم پہنچے تو مقدمہ کی سماعت ہوئی جس میں مجسٹریٹ نے مقدمہ خارج کر دیا۔ چنانچہ حضورؑ ۱۹ر جنوری کو واپس تشریف لے آئے۔

مولوی کرم الدین صاحب نے "سراج الاخبار" میں حضورؑ کے خلاف بعض مضامین لکھے تھے جن میں انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ میری مرزا صاحب کے ساتھ ہرگز کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ جو خط میری طرف منسوب کر کے "الحکم" میں شائع کئے گئے ہیں وہ میرے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ اس لئے حضرت اقدسؑ نے چاہا کہ بذریعہ عدالت یہ فیصلہ کروایا جائے چنانچہ ۱۴ر نومبر ۱۹۰۲ء کو لالہ گنگارام مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں مولوی کرم الدین صاحب کے خلاف تین استغاثے دائر کئے گئے۔ اس پر مولوی کرم الدین صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام کی کتاب "مواہب الرحمٰن" میں مندرج پیشگوئی کی بناء پر آپ کے خلاف جہلم میں ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کر دیا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی اور حضرت حکیم مولوی فضل دین صاحب نے چیف کورٹ میں یہ درخواست دی کہ جہلم کا مقدمہ گورداسپور میں منتقل کیا جائے چنانچہ یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ اس اثناء میں لالہ گنگارام مجسٹریٹ گورداسپور سے تبدیل ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ ایک کٹر اور متعصب آریہ لالہ چندو لعل آ گیا تھا۔ لالہ چندو لعل نے تنگ کرنے کے لئے اس مقدمہ کو لمبا کرنا شروع کر دیا۔ یہ مجسٹریٹ تو مخالف تھا ہی گورداسپور کے بعض دیگر مجسٹریٹوں نے بھی مولوی کرم الدین کا ساتھ دیا۔ اور لاہور کے پیسہ اخبار نے تو مولوی کرم الدین کی امداد کے لئے چندہ کی اپیلیں بھی شائع کرنا شروع کر دیں مگر اس کے باوجود حضورؑ پر گھبراہٹ کے کوئی آثار نہ تھے۔ بلکہ حضورؑ بدستور وعظ و نصیحت اور دینی کاموں میں مصروف رہتے اور جب ہر پیشی کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب حضرت اقدسؑ کی خدمت میں مجسٹریٹ کے تعصب اور لوگوں کی شرارتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے کہ اس مقدمہ میں بظاہر بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو حضرت اقدسؑ فرماتے:-

"خواجہ صاحب! کوئی خانہ خدا کے لئے بھی خالی چھوڑیں۔ اگر سب اسباب ہمارے موافق ہوں تو لوگ کہہ سکتے ہیں کہ اسباب موافق تھے اور ان کے مرید بڑے قانون دان تھے اس لئے مقدمہ فتح ہو گیا لطف تو جب ہی ہے کہ اسباب سب مخالف ہوں اور خدا اپنی جناب سے فضل کرے تو وہ امر از دیاد ایمان کا باعث ہوتا ہے۔" (حیات طیبہ ص ۳۳۵)

انہی مخالف حالات میں ۲۹؍جون ۱۹۰۳ء کو ایک اشتہار بعنوان "انجام مقدمات کی نسبت پیشگوئی" میں حضور علیہ السلام نے تحریر فرمایا :-

"رات کے وقت جو ۲۸؍جون ۱۹۰۳ء کے دن کے بعد کی رات تھی ...... میرے خیال پر یہ کشش غالب ہوئی کہ یہ مقدمات جو کرم الدین کی طرف سے میرے پر ہیں ان کا انجام کیا ہوگا۔ سو اس غلبہ کشش کے وقت میری حالت وحی الٰہی کی طرف منتقل ہوگئی اور خدا کا یہ کلام میرے پر نازل ہوا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۔ فِیْہِ اٰیَاتٌ لِّلسَّائِلِیْنَ ۔ اس کے یہ معنی سمجھائے گئے کہ دونوں فریقوں میں سے خدا اُس فریق کے ساتھ ہوگا اور اُس کو فتح اور نصرت نصیب کرے گا جو پرہیزگار ہے یعنی جھوٹ نہیں بولتا ظلم نہیں کرتا ...... اور خدا سے ڈر کر اُس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور خیرخواہی اور نیکی کے ساتھ پیش آتا ہے ...... سو انجام یہ ہے کہ اس کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ تب وہ لوگ جو پوچھا کرتے ہیں جو اِن دونوں گروہوں میں سے حق پر کون ہے اُن کے لئے یہ ایک نشان بلکہ کئی نشان ظاہر ہوں گے۔"　　(تذکرہ ص۴۸۶)

ایک طرف تو اللہ تعالیٰ حضورؑ کو فتح و ظفر اور کامیابی کی بشارت دے رہا تھا دوسری طرف چند لعل مجسٹریٹ نے، جو آریوں کے ایک جلسہ میں ایک رات شریک تھا آریوں کے کہنے پر کہ مرزا صاحب ہمارے سخت دشمن ہیں، اب وہ آپ کے ہاتھ میں شکار ہیں اگر آپ نے اس شکار کو جانے دیا تو آپ قوم کے دشمن ہوں گے، کہا کہ وہ اگلی پیشی پر ضرور عدالتی کارروائی عمل میں لے آئے گا۔ عدالتی کارروائی سے مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ مجسٹریٹ جب چاہے ملزم کو بغیر ضمانت قبول کئے گرفتار کر کے حوالات میں دے سکتا ہے۔ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ نے جو اُس وقت گورداسپور میں تھے یہ سنکر فوراً بعض دوستوں کو پیدل قادیان روانہ کیا جو صبح کی نماز کے وقت قادیان پہنچ گئے۔ انہوں نے سارا واقعہ حضورؑ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضورؑ نے اس پر کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں فرمایا، بلکہ آپ اپنے پروگرام کے مطابق گورداسپور تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر حضورؑ نے حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ کو یاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں :-

"تھوڑی دیر کے بعد مجھے بلایا گیا۔ اُس وقت حضرت صاحبؑ نے اپنے دونوں ہاتھوں کے پنجے ملا کر اپنے سر کے نیچے دیئے ہوئے تھے۔ میرے جانے پر ایک پہلو پر ہو کر کہنی کے بل ہتھیلی پر سر کا سہارا دیکر لیٹ گئے اور مجھ سے فرمایا کہ میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ وہ سارا واقعہ سنوں کہ کیا ہے ...... میں نے سارا واقعہ سنایا ...... حضورؑ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب میں

"شکار" کے لفظ پر پہنچا تو یکلخت حضرت اقدسؑ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کی آنکھیں چمک اٹھیں اور چہرہ سُرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا:۔

"مَیں اس کا شکار ہوں؟ مَیں شکار نہیں ہوں۔ مَیں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا۔ وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ ایسا کر کے تو دیکھے۔ ....."

حضورؑ نے کئی دفعہ خدا کے شیر کے الفاظ دہرائے ...... پھر آپ نے فرمایا:۔

"مَیں کیا کروں۔ مَیں نے تو خدا کے سامنے پیش کیا ہے کہ مَیں تیرے دین کی خاطر اپنے ہاتھ اور پاؤں میں لوہا پہننے کے لئے تیار ہوں مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں مَیں تجھے ہر ذلّت سے بچاؤں گا اور عزّت کے ساتھ بری کروں گا۔"

پھر آپ محبّتِ الٰہی پر تقریر فرمانے لگے اور قریباً نصف گھنٹہ تک جوش کے ساتھ بولتے رہے۔ پھر یکلخت آپ کو بولتے ہوئے اُبکائی آئی اور ساتھ ہی قے ہوئی جو خالص خون کی تھی ..... ..... حضورؑ نے قے سے سر اُٹھا کر رومال سے اپنا مُنہ پونچھا، آنکھیں بھی پونچھیں جو قے کی وجہ سے پانی لے آئی تھیں مگر آپ کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ قے میں کیا نکلا ہے کیونکہ آپ نے یکلخت جُھک کر قے کی اور پھر سر اُٹھا لیا۔ مگر مَیں اس کو دیکھنے کے لئے جُھکا تو حضورؑ نے فرمایا کیا ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ حضور قے میں خون نکلا ہے۔ تب حضورؑ نے اس کی طرف دیکھا ...... ڈاکٹر کو بُلوایا گیا۔ ڈاکٹر انگریز تھا اور قے دیکھ کر خواجہ صاحب کے ساتھ انگریزی میں باتیں کرتا رہا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اِس بڑھاپے کی عمر میں اِس طرح خون کی قے آنا خطرناک ہے۔ پھر اُس نے کہا کہ یہ آرام کیوں نہیں کرتے۔ خواجہ صاحب نے کہا آرام کس طرح کریں مجسٹریٹ صاحب قریب قریب کی پیشیاں ڈال کر تنگ کرتے ہیں حالانکہ معمولی مقدمہ ہے ...... اُس نے کہا اس وقت آرام ضروری ہے مَیں سرٹیفکیٹ لکھ دیتا ہوں۔ کتنے عرصہ کے لئے چاہیئے۔ پھر خود ہی کہنے لگا میرے خیال میں دو مہینے آرام کرنا چاہیئے۔ خواجہ صاحب نے کہا فی الحال ایک مہینہ کافی ہوگا۔ اُس نے فوراً ایک مہینہ کے لئے سرٹیفکیٹ لکھ دیا اور لکھا کہ مَیں اِس عرصہ میں ان کو کچہری میں پیش ہونے کے قابل نہیں سمجھتا۔ اِس کے بعد حضرت صاحبؑ نے واپسی کا حکم دیا مگر ہم سب ڈرتے تھے کہ اب کہیں کوئی نیا مقدمہ نہ شروع ہو جائے کیونکہ دوسرے دن پیشی تھی اور حضورؑ گورداسپور سے بغیر عدالت کی اجازت کے واپس جا رہے تھے۔ مگر حضرت صاحبؑ کے چہرہ پر بالکل اطمینان تھا۔" (سیرۃ المہدی حصّہ اوّل)

دوسرے روز ۱۶ر فروری کو تاریخ پیشی تھی۔ مجسٹریٹ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ کو دیکھ کر برا فروختہ ہوا۔ اس نے دو ایک تاریخوں کے بعد ۹ر مارچ کو حضرت اقدسؑ اور حضرت حکیم مولوی فضل الدین صاحب پر فرد جرم لگا دی۔ ۱۳ر مارچ ۱۹۰۴ء کو ڈاکٹری سرٹیفکیٹ کی میعاد ختم ہو رہی تھی اور حضور علیہ السلام کی طبیعت ابھی پوری طرح بحال نہ ہوئی تھی اس لئے اس روز ڈاکٹر کو گورداسپور سے قادیان بلایا گیا جس نے مزید آرام ضروری قرار دیا اور مزید ایک ماہ کے لئے سرٹیفکیٹ دیدیا۔ ۱۴ر مارچ کو سرٹیفکیٹ پیش ہوا تو مجسٹریٹ بہت برہم ہوا۔

حضرت اقدسؑ سے مجسٹریٹ کا سلوک اس قسم کا نہ تھا جسے اللہ تعالیٰ کی غیرت برداشت کرتی۔ چنانچہ چند ہی دنوں میں ایسے حالات پیدا ہو گئے جن کی وجہ سے لالہ چندولعل مجسٹریٹ کے تنزل کے احکام صادر ہو گئے۔ ہوا یوں کہ گورداسپور کی جیل میں کسی ملزم کو پھانسی ملنا تھی ایسے موقعہ پر ایک مجسٹریٹ کی ڈیوٹی لگا دی جاتی ہے کہ وہ اپنے سامنے پھانسی لگوائے۔ ڈپٹی کمشنر نے اس روز لالہ چندولعل کی ڈیوٹی لگا دی مگر اس نے رقیق القلب ہونے کی وجہ سے معذرت کر دی۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ کل اگر تم سیشن جج بن گئے تو کیا مجرموں کو پھانسی کا حکم نہیں سناؤ گے؟ چندولعل نے اپنی بات پر اصرار کیا تو ڈپٹی کمشنر نے افسران بالا کے پاس رپورٹ کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیشی کی اگلی تاریخ سے قبل چندولعل کا عہدہ گھٹا کر اسے منصف بنا دیا گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ الہام ایک بار پھر پورا ہوا کہ اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ۔

لالہ چندولعل کی جگہ جو آتمارام نامی نیا مجسٹریٹ آیا وہ اس سے بھی زیادہ متعصب ثابت ہوا۔ اس سے قبل تو حضورؑ کو ہر عدالت میں باقاعدہ کرسی ملتی تھی مگر آتمارام نے نہ صرف کرسی دینے سے انکار کر دیا بلکہ بعض اوقات سخت پیاس کے باوجود پانی پینے کی بھی اجازت نہ دی۔

آتمارام نے چندولعل کی عاید کردہ فرد جرم کو بحال رکھا اور شہادت صفائی ختم ہونے پر اس نے حضورؑ کے خلاف فیصلہ سنا دیا۔ ۵۰۰/- روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائیگی چھ ماہ قید۔ اس نے ہفتہ کے روز پونے چار بجے فیصلہ سنانا شروع کیا تاکہ فیصلہ سناتے ہی عدالت کا وقت ختم ہو جائے اور پھر وہ اس بہانے سے جرمانے کی رقم وصول کرنے سے انکار کر دے تاکہ پیر تک کے لئے وہ حضور علیہ السلام کو حوالات میں رکھ سکے۔ مگر جونہی اس نے فیصلہ کے آخری الفاظ پڑھے فوراً خواجہ کمال الدین صاحب نے اس کی میز پر ایک ہزار روپیہ کے نوٹ رکھ دیئے کہ یہ لیجئے جرمانہ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ کچھ دنوں کے بعد اس مجسٹریٹ کا ایک نوجوان بیٹا جو بیمار تھا مر گیا اور پھر بیس پچیس روز بعد دوسرا بیٹا مر گیا۔ آتمارام کے اس فیصلہ کے خلاف سیشن جج امرتسر کی عدالت میں اپیل دائر کر دی گئی۔ چنانچہ پہلی ہی پیشی میں جج نے حضور علیہ السلام کو بری کر دیا۔ اس مقدمہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اور پھر ایسا ہوا کہ قریباً بیس پچیس دن کے عرصہ میں دو بیٹے اس (یعنی آتمارام) کے مر گئے

اور آخر یہ اتفاق ہوا کہ آتمارام سزائے قید تو مجھ کو نہ دے سکا اگرچہ فیصلہ لکھنے میں اس نے قید کرنے کی بنیاد بھی باندھی مگر اخیر پر خدا نے اُس کو اِس حرکت سے روک دیا۔ تاہم اس نے سات سو روپیہ جرمانہ کیا (۵۰۰ روپیہ حضور کو اور ۲۰۰ روپیہ حضرت مولوی فضل الدین صاحب رضی کو۔ ناقل) پھر ڈویژنل جج کی عدالت سے عزت کے ساتھ میں بری کیا گیا اور کرم دین پر سزا قائم رہی اور میرا جرمانہ واپس ہوا مگر آتمارام کے دو بیٹے واپس نہ آئے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۲)

اس طرح خدا تعالیٰ کا یہ الہام اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ فِیْہِ اٰیَاتٌ لِّلسَّائِلِیْنَ۔ خدا کے فضل سے نہایت آب و تاب کے ساتھ پورا ہوا۔ ہندو مجسٹریٹ انتہائی کوشش کے باوجود حضور کو سزا نہ دے سکے اور قادر و توانا خدا نے ہر قدم پر حضور کی مدد و نصرت فرمائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

لاریب ایسے شخص کو

"ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت عطا کی جاتی ہے ......

...... تب وہ بکلی مبدل ہو کر ایک نئی پیدائش کا پیراہن پہن لیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے سنتا اور خدا تعالیٰ سے دیکھتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرتا ہے۔ اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب اور اس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم ہو جاتا ہے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۲۹-۲۳۰)

---

# معارف وحقائق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"مجھ کو خدا نے بہت سے معارف اور حقائق بخشے اور اس قدر میری کلام کو معرفت کے پاک اسرار سے بھر دیا کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی طرف سے پورا تائید یافتہ نہ ہو اُس کو یہ نعمت نہیں دی جاتی۔"

(انجام آتھم طبع دوم صفحہ ۴۹)

# شُکر

(محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

(قسط نمبر ۲)

(۲) شکر گزاری کا زبان سے اظہار بھی ضروری ہوتا ہے۔ جس چیز کا احساس ہو وہ زبان پر آئے بغیر نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے اِس تقاضا کا پورا کرنا ہمیں سورہ فاتحہ میں بھی سکھایا ہے۔ ہم پانچ وقت اپنی نمازوں میں اتنی مرتبہ سورہ فاتحہ میں الحمد للہ ربّ العٰلمین۔ الرّحمٰن الرّحیم پڑھتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ہی ذکر ہے جو اس نے ربوبیت، رحمانیت اور رحیمیت کی شکل میں اپنے عاجز بندوں پر کئے ہیں اور ان پر الحمد للہ کہا گیا ہے۔ گویا انسان ان احسانات کو اپنے سامنے لا کر خدا کی حمد کے ساتھ بھر جاتا ہے اور بے ساختہ اس کے مُنہ سے الحمد للہ نکلتا ہے یعنی یہ کہ مَیں اقرار کرتا ہوں کہ یہ سب احسان اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور وہی اس وجہ سے سب تعریف کا حقدار ہے۔ یہ آیات قرأت جہری میں اونچی آواز سے پڑھی جاتی ہیں تا اللہ تعالیٰ کی ان شفقتوں کا اظہار اونچی آواز سے ہو۔ الحمد للہ کہہ کر گویا باقی تمام ہستیاں معدوم ہو جاتی ہیں اور صرف وہ محسنِ حقیقی ہی سامنے رہ جاتا ہے۔ اور اس کے آگے ہر نماز پڑھنے والا رکوع میں اور سجدہ میں جا کر اپنی شکر گزاری اور محبت کا اظہار کرتا ہے۔

نماز کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے شکر گزاری کا یہ طریق سکھایا ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْفُلْکِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْکَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُھُوْرِہٖ ثُمَّ تَذْکُرُوْا نِعْمَۃَ رَبِّکُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْہِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ (پارہ ۲۵ - الزخرف آیت ۱۳ تا ۱۵) یعنی اس نے تمہارے لئے ہر قسم کے جوڑے اور چوپائے پیدا کئے تاکہ تم اُن کی پیٹھوں پر سواری کرو۔ اور اسی طرح کشتیاں بنائی ہیں جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ جب تم ان پر سواری کیلئے بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو سُبحٰن الّذی سخّر لنا ھٰذا وما کنّا لہٗ مقرنین یعنی پاک ہے وہ خدا جس نے ان کو ہماری خدمت میں لگایا ہے حالانکہ ہم اپنے زور سے ان کو اپنے تابعِ فرمان نہیں کر سکتے تھے۔ اور ہم ایک دن یقیناً اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے اِس

فرمان کے رُو سے سواری کے وقت اپنے مُنہ سے یہ کہنا چاہیئے سبحٰن الّذی سخّر لنا ھٰذا وما کنّا لہٗ مقرنین۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے بعد اظہارِ شکر کے طور پر یہ دعا سکھائی ہے الحمد للہ الّذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین یعنی سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے ہمیں کھانے کے لئے دیا اور پینے کے لئے دیا اور ہمیں مسلم بنایا۔ ایک اور حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ اُس بندے پر خوش ہوتا ہے کہ جو ایک لقمہ کھا کر اُس پر حمد کرے اور ایک گھونٹ پی کر اُس کی حمد کرے (مسلم) اِسی طرح نیا کپڑا پہننے پر اظہارِ شکر کا ارشاد فرمایا ہے۔ اُن میں سے ایک دُعا یہ ہے اللّٰھمّ لک الحمد کما کسوتنیہ اسئلک خیرہٖ وخیر ما صُنِع لہٗ واعوذ بک من شرّہٖ وشرّ ما صُنِع لہٗ۔ یعنی اے اللہ تیرے لئے ہی سب تعریف ہے جیسا کہ پہنایا تُو نے مجھ کو یہ کپڑا۔ مانگتا ہوں تجھ سے بھلائی اس کی اور بھلائی اس چیز کی جس کے لئے یہ بنایا گیا اور پناہ مانگتا ہوں مَیں اس کی بُرائی سے اور اس چیز کی بُرائی سے کہ بنایا گیا واسطے اس کے۔

وہ زبان بہت مبارک ہے جو اپنے محسن خدا کے ذکر کے ساتھ تَر رہتی ہے اور اس کے احسانوں کو یاد کر کے لذّت لیتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات بارش کے قطرات اپنی زبانِ مبارک پر لے کر اللہ تعالےٰ کی حمد فرماتے کہ اُس نے بندوں کے لئے بارش اُتاری۔

مومن کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ ہر بات پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی طرف مائل ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کے فضل کے بغیر انسان کو کوئی توفیق نہیں اور جو کچھ اس کو ملتا ہے اسی کے فضل اور احسان سے ملتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ
کر دیا دشمن کو اِک حملہ سے مغلوب اور خوار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار

تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ مَیں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

مَیں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

پھر فرماتے ہیں:۔

یا رب ہے تیرا احساں مَیں تیرے در پہ قرباں ۔۔۔ تُو نے دیا ہے ایماں تُو ہر زماں نگہباں
تیرا کرم ہے ہر آں تُو ہے رحیم و رحماں ۔۔۔ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا ۔۔۔ تُو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا ۔۔۔ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
تیرا یہ سب کرم ہے تُو رحمتِ اتم ہے ۔۔۔ کیونکر ہو حمد تیری کب طاقتِ قلم ہے
تیرا ہوں مَیں ہمیشہ جبتک کہ دم میں دم ہے ۔۔۔ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اے قادر و توانا آفات سے بچانا ۔۔۔ ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا
غیروں سے دل غنی ہے جب سے کہ تجھ کو جانا ۔۔۔ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

پھر فرماتے ہیں:۔

کروں کیونکر ادا مَیں شکرِ باری ۔۔۔ فدا ہو اس کی رہ میں عمر ساری
مرے سر پر ہے منّت اس کی بھاری ۔۔۔ چلی اُس ہاتھ سے کشتی ہماری
میری بگڑی ہوئی اُس نے بنا دی ۔۔۔ فسبحان الذی اخزی الاعادی
تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے ۔۔۔ کہ تُو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں میرے سر پر ہیں بھارے ۔۔۔ چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تُو نے سب دشمن اُتارے ۔۔۔ ہمارے کر دیئے اونچے منارے

یہ لمبی نظم ہے اور اس میں اللہ تعالےٰ کے احسانات کا ہی ذکر ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی نظمیں ہیں جن میں شکر گزاری کا اظہار ہے۔

ایک اَور جگہ عربی میں اس کا اظہار فرماتے ہیں لیکن مَیں صرف اس کا اُردو ترجمہ ہی اپنی طرف سے دیتا ہوں:۔

"اور اللہ ہی کی تعریف ہے اوّل اور آخر میں اور ظاہر اور باطن میں۔ وہ میرا ولی ہے دنیا اور آخرت میں۔ اس کی روح نے مجھے نطق کی طاقت دی اور اُس کے ہاتھ نے مجھے حرکت دی۔ پس مَیں نے یہ خط اسی کے فضل اور ایماء اور القاء سے لکھا ہے اور کوئی طاقت اس کے بغیر نہیں۔ اور وہی آسمان میں اور زمینوں میں قادر ہے۔ اے میرے رب مَیں نے یہ مکتوب تیری ہی قوّت اور طاقت اور الہام سے لکھا ہے۔ پس سب تعریف تیرے لئے ہی ہے اے رب العالمین۔ تُو میرا محسن اور منعم ہے اور مددگار ہے اور میری طرف الہام کرنے والا ہے۔ اور میری آنکھوں

کا نور ہے اور میرے دل کا سرور ہے اور میرے قدموں کی طاقت ہے۔ میں مروں گا ایسے حال میں کہ میں تیری نعمتوں کا شکرگزار ہوں گا۔ میری ہڈیاں اور خاک قبر میں تیری شکرگزاری کریں گی اور میری روح آسمان میں۔ لیکن تیری نعمتیں پھر بھی میرے شکر پر غالب رہیں گی۔ میری آنکھیں اور میرے کان اور میرا دل اور میرا سر اور میرے سارے اعضاء اور میرا ظاہر اور میرا باطن سب تیری نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ تو میرے لئے ایک نہایت مضبوط قلعہ ہے۔ میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر قسم کی زمینی اور آسمانی آفات سے اور ہر ایک حاسد سے جو جھوٹی باتیں بنانے والا اور حق سے روگرداں ہے۔ اور ہر ایک تیز زبان سے اور بھڑکتے ہوئے غضب سے اور ہر ایک اندھیرے اور تاریکی سے۔ اور ہر اُس چیز سے جو تیری طرف آنے میں روک بن سکتی ہے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔"

(ترجمہ از آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۸۹، ۵۹۰۔ طبع اوّل)

سبحان اللہ کیا جذبات ہیں جو اس اظہارِ شکرگزاری کے تحت کام کر رہے ہیں! اِن کی گہرائی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) شکرگزاری کا سب سے بڑا اظہار عمل سے ہوتا ہے اور جب تک یہ نہ ہو شکرگزاری حقیقی نہیں کہلا سکتی۔ وہ دل میں پیدا ہو کر ایک نتیجہ تو یہ پیدا کرتی ہے کہ زبان سے اس کا اظہار ہوتا ہے اور اس سے بھی بڑا نتیجہ یہ پیدا کرتی ہے کہ عمل سے بھی اس کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ کوئی قابلِ تعریف چیز نہیں ٹھہرتی۔

عمل سے شکرگزاری کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسم اور اس کی مختلف طاقتیں دی ہیں۔ جسم کو اور اس کی مختلف طاقتوں کو اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق خرچ کرنا شکرگزاری ہے۔ مثلاً کانوں سے لغو اور فضول اور گندی باتیں نہ سُنی جائیں۔ ایسی مجلسوں میں نہ بیٹھے جہاں خدا تعالیٰ کی یا اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یا اُس کی کتاب کی تحقیر یا تذلیل کی جا رہی ہو۔ گالی گلوچ، چغلی یا فسق و فجور کی باتوں کو کانوں میں نہ پڑنے دے۔ سماع وغیرہ سے پرہیز کرے۔ نامحرم عورتوں کی دلکش آوازیں نہ سُنے تا اُن کی طرف میلان پیدا نہ ہو۔ نیک لوگوں کے پاس بیٹھ کر اُن کی باتیں سُنے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلام اُس کے کانوں میں پڑے۔

اسی طرح آنکھیں ہیں، ان سے ناپاک نظارے نہ دیکھے۔ نامحرم عورتوں کو نہ دیکھے اور آنکھوں کو زنا سے بچائے۔ ان سے ایسے نظارے دیکھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف مائل کرنے والے ہوں۔ اُسکی قدرتوں کا مشاہدہ کرے اور اُن کے ذریعے اُسی کی محبت اپنے دل میں پیدا کرے۔ قرآن کریم اور بزرگوں کی کتابیں پڑھنے میں اُن کو استعمال کرے۔

دماغ اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت بیش قیمت نعمت عطا فرمائی ہے۔ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کی باتوں پر غور و فکر کرنے میں کرے۔ ردّی اور فاسقانہ خیالات نہ آنے دے اور اس کی طاقت کو خدمتِ دین کے لئے وقف کرے۔

سب سے بڑھ کر انسان کو قلب عطا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی یاد اور اپنی محبت کے لئے انسان میں رکھا۔ اور اس میں ایسے جذبات پیدا کئے کہ ان کی کوئی انتہا نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کے حسن اور احسان کی شناخت کے لئے جس درد اور جھکاؤ اور عجز اور از خود رفتگی کی ضرورت تھی وہ سب انسانی دل میں رکھے گئے اور اس کے لئے جن قربانیوں کی ضرورت تھی ان سب کا اسے منبع بنایا گیا۔ جب وہ اپنے خدا کے لئے جوش مارتا ہے تو اس کے طوفان کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور وہی طوفان ایک عاجز بندے کو خدا کے قریب لے جاتا ہے۔ دل جیسی اعلیٰ درجہ کی نعمت کو فانی چیزوں کی محبت میں ضائع کر دینا بڑی ناشکری اس دل دینے والے کی ہے اور کتنا بڑا ظلم اپنے اوپر ہے۔

سو دل کو ہر قسم کی ناجائز محبتوں سے بچانا چاہیئے اور جو محبتیں اس کے لئے جائز رکھی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے تحت لانا چاہیئے تا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ والا نظارہ نظر آئے یعنی سب پر غالب اللہ تعالیٰ کی محبت ہو جو ہر دوسری چیز کو انسان کی نگاہ میں ذلیل و حقیر کر دے تب دل جیسی نعمت کے متعلق شکر ادا ہوتا ہے۔

اسی طرح انسان کو جو باقی نعمتیں دی جاتی ہیں جیسے بیوی، بچے، مال و دولت، صحت، فراغت، عزت، کھانے پینے کی چیزیں، پہننے کی چیزیں، مکان، سامانِ معیشت، ان سب کے متعلق شکر گزاری یہ ہے کہ ان کے متعلق یا استعمال میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو مدّنظر رکھے اور انہیں قربِ الٰہی کا ذریعہ بنائے نہ کہ نفس پرستی کا۔ ان کے صحیح استعمال سے اللہ تعالیٰ ان میں برکت اور ترقی دیتا ہے اور نفس پرستی کے لئے استعمال سے انہیں انسان کے لئے مصیبت اور عذاب بنا دیتا ہے۔ اور یہی نتیجے اُخروی زندگی میں زیادہ شدت کے ساتھ جاری رہتے ہیں اور "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ" والا خدائی وعدہ پورا ہوتا ہے۔

ان سے بھی بڑی نعمت **ایمان** ہے جس کا عملی نتیجہ **عبادت** کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ایک شکر گزار انسان کے لئے سب سے زیادہ شکر گزاری کے لائق عبادتِ الٰہی ہے جس کی توفیق خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہے۔ جوں جوں یہ عبادت صحیح رنگ اختیار کرتی ہے ویسے ہی اس کے متعلق شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ شکر گزاری پھر عبادت اور ذکرِ الٰہی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہ ایک نہایت مبارک چکر ہے۔ عبادت اور پھر عبادت اور ذکرِ الٰہی بطور شکر۔

زیادؓ (بن مواقہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے مغیرہؓ کو کہتے سنا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یقوم او یصلی حتی ترم قدماہ او ساقاہ فیقال لہ فیقول افلا اکون عبداً شکوراً (بخاری) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنا کھڑے رہتے (یا کہا) اتنی دیر تک نماز پڑھتے رہتے کہ آپ کے پاؤں یا آپ کی پنڈلیاں سوج جاتیں۔ آپ سے کہا جاتا تو آپ فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ یہ ہے شکر گزاری کی شان۔ اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ و علیٰ آل محمدٍ و بارک وسلم انک حمیدٌ مجید۔

اس نکتہ کو قرآن مجید نے بھی بیان فرمایا ہے۔ فرماتا ہے بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ٥ (پارہ ۲۴۔ الزمر آیت ۶۷) ترجمہ:۔ بلکہ تو صرف اللہ کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو (کہ اُس نے اپنی طرف راہنمائی کر کے اور عبادت کی توفیق دے کر تمہیں مخلوق کے سامنے جھکنے اور ذلت برداشت کرنے سے بچالیا اور شرک کے خسارے سے محفوظ کر لیا)۔ یہ شکر گزاری پھر عبادت کی شکل اختیار کرتی ہے۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْکًا ط اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَہٗ ط اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ٥ (پارہ ۲۰۔ عنکبوت آیت ۱۸) یعنی تم اللہ تعالیٰ کے سوا (دوسری ہستیوں کی) عبادت کرتے ہو اور (مذہب کے بارے میں) جھوٹی باتیں بناتے ہو۔ وہ (ہستیاں) جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو تمہیں رزق نہیں دے سکتیں پس اللہ تعالیٰ سے اپنا رزق مانگو اور اُس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ تم کو اُس کی طرف لوٹا کر لے جایا جائیگا۔ اس آیت میں بھی رزق اور عبادت کے ساتھ شکر رکھا ہے۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ (بقرہ ۱۵۳) یعنی اے میرے بندو مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو۔ میں بھی تم کو نہ بھولوں گا اور تمہارا خیال رکھوں گا۔ اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر کے ساتھ شکر رکھا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد جو دعائیں سکھائی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے۔ اللّٰھم اعنّی علیٰ ذکرک و شکرک وحسن عبادتک یعنی اے اللہ تو میری مدد فرما۔ اپنا ذکر اور شکر اور بہتر طور پر عبادت کرنے میں۔

سو عبادت کا شکر خود عبادت اور ذکر الٰہی کے ذریعے ہی کیا جاتا ہے اور شکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور زیادہ عبادت اور ذکر الٰہی کی توفیق عطا فرماتا ہے اور اس طور سے ایک نہایت مبارک اور پاکیزہ دَور چلتا رہتا ہے۔ اور ہر وقت انسانی قلب اللہ تعالیٰ کے شکر کی وجہ سے جھکا رہتا ہے

گویا اسے دائمی سجدہ کی توفیق دی جاتی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک دُعا میں فرمایا ہے وارزُقنی المحاض الطاعۃ لوجھك وسجود الدوام فی حضرتك واعطنی ھمّۃ تحلّ فیھا عین عنایتك واعطنی شیئاً لا تعطیه الّا لوحید من المقبولین وانزل علیّ رحمۃ لا تنزلھا الّا علیٰ فرید من المحبوبین۔ ربّ احی الاسلام بجھدی وھمّتی ودعائی وکلامی (آئینہ کمالات اسلام طبع اوّل ص۲۵)

ترجمہ :- اور دے مجھے خالص اطاعت اپنے چہرے کی اور اپنے حضور میں دائمی سجدہ عنایت فرما اور مجھے ہمت دے جس میں تیری عنایت کا چشمہ جاری ہو اور مجھے وہ چیز دے جو تُو اپنے مقبولوں میں سے صرف ایک کو دیتا ہے اور مجھ پر وہ رحمت نازل فرما جو اپنے محبوبوں میں سے صرف ایک پر نازل فرماتا ہے۔ اے میرے رب اسلام کو میری کوشش اور ہمّت اور دُعا اور کلام کے ساتھ زندہ فرما۔

یہ دُعا بہت لمبی ہے مَیں نے یہاں صرف اس کا ایک ٹکڑہ دیا ہے۔ اس دُعا سے اور اُس سے جو مَیں آئینہ کمالاتِ اسلام کے دوسرے مقام سے اُوپر دے چکا ہوں پتہ چلتا ہے کہ کس طرح حضورؑ کے قلبِ مطہّر میں پاکیزہ اور مصفّا جذبات موجزن تھے جو گویا ہر وقت آپ کی رُوح کو خدا تعالیٰ کے حضور میں سجدہ میں رکھتے تھے۔ یہ سب کچھ آپ کو اس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا جس کا نہایت مختصر سا نقشہ اُوپر آچکا ہے کہ کیا مَیں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اس شکر گزاری نے آپ سے وہ کچھ کروایا جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی دوسرا نہ کر سکا۔ ہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوّتِ قدسی نے پھر وہی نقشہ تیرہ سَو سال بعد دُہروایا۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود وبارك وسلم انّك حمیدٌ مجید ✦

---

# سچّا شکر گزار

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :-

"حدیث صحیح ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ خدا کا سچّا شکر گزار وہی ہے جو پہلے انسان کا شکر گزار ہے۔"

(البلاغ المبین ص۲)

# افریقہ میں وسیع پیمانے پر اسلام کی پیشقدمی جاری ہے

## برطانیہ کے لاٹ پادری ڈاکٹر رامزے کا اعتراف

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق آج آپ کے پیش کردہ علم کلام کی برکت اور جماعتِ احمدیہ کی مجاہدانہ کوششوں کے نتیجہ میں افریقہ کے مختلف علاقوں میں اسلام کو جو عظیم الشان فتوحات حاصل ہو رہی ہیں اس کا اعتراف حال ہی میں برطانیہ کے لاٹ پادری (آرچ بشپ آف کنٹربری) ڈاکٹر رامزے ( Dr. Ramsey ) نے بھی کیا ہے۔ انہوں نے گزشتہ ماہ ایسٹر کی تقریب کے موقع پر ایک ٹیلیویژن انٹرویو میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس امر کو تسلیم کیا کہ افریقہ میں بہت وسیع پیمانے پر اسلام کی پیشقدمی جاری ہے اور وہ برابر آگے قدم بڑھاتا چلا جا رہا ہے۔ تاہم عیسائیت کی پے درپے اور مسلسل ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے انہوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا کہ اسلام کی یہ پیشقدمی عیسائیت کے لئے خسارہ یا نقصان کا موجب ہے۔ انہوں نے کہا اسلام افریقہ کے عیسائی باشندوں میں نہیں بلکہ وہاں کے قدیمی مشرک اور توہم پرست طبقوں میں پھیل رہا ہے۔ ڈاکٹر رامزے کے اس ٹیلیویژن انٹرویو کی جو رپورٹ مشرقی افریقہ کے اخبار "یوگنڈا آرگس" ( Uganda Argus ) کی ۱۶ اپریل ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں شائع ہوئی تھی اُس کا ایک اقتباس ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ اخبار مذکور نے جلی عنوانات کے تحت لکھا:۔

"آرچ بشپ آف کنٹربری ڈاکٹر رامزے نے گزشتہ اتوار کے روز تسلیم کیا کہ افریقہ میں بہت وسیع پیمانے پر اسلام کی پیشقدمی جاری ہے۔ انہوں نے کہا تاہم اُس کی یہ پیشقدمی عیسائیت کے لئے کسی خسارہ یا نقصان کا موجب نہیں کیونکہ اسلام افریقہ کے قدیم مشرک باشندوں میں پھیل رہا ہے (نہ کہ عیسائیوں میں) —— ڈاکٹر رامزے ایسٹر سنڈے کی تقریب کے سلسلہ میں برطانیہ کے "انڈی پنڈنٹ ٹیلیویژن" پر کینیتھ ہیرس ( Kenneth Harris ) کے ساتھ "چرچ افریقہ میں" کے موضوع پر تبادلۂ خیالات کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو بہت عام فہم اور سادہ ہونے کے علاوہ باہمی اخوت کے عظیم جذبے کا آئینہ دار ہے تاہم میں سمجھتا ہوں کہ اسلام

خدا تعالیٰ کی ہستی، اُس کی محبت و شفقت، اور زندگی کے اخلاقی پہلوؤں کے متعلق جو تصور پیش کرتا ہے وہ بہت ناقص اور ناکافی ہے۔ اسلام میں معقولیت ضرور ہے لیکن وہ عمیق نوعیت کے اُن اخلاقی تقاضوں سے عاری ہے جو عیسائیت میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

آرچ بشپ نے مزید کہا یہ ایک حقیقت ہے کہ عیسائیت نے وہاں اپنے آپ کو سنبھالا ہوا ہے اور وہ پاؤں جمائے کھڑی ہے۔ اور اگر عیسائیت اِن غیر معمولی نوعیت کے پُرمحن سالوں میں بھی اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے ہے تو اُس وقت جبکہ ہم اِس پُرمحن دَور سے سبق حاصل کر کے بہتر طور پر اپنے فرائض انجام دینے کے قابل ہو جائیں گے عیسائیت پھر آگے بڑھنی شروع ہو جائے گی۔" ("یوگنڈا آرگس" ۱۶ اپریل ۱۹۶۳ء)

---

ہر چند کہ لارڈ بشپ آف کنٹربری نے اِس انٹرویو میں تسلیم کیا تھا کہ افریقہ میں بہت وسیع پیمانے پر اسلام کی پیشقدمی جاری ہے اور یہ بھی تسلیم کیا تھا کہ اسلام بہت عام فہم اور سادہ مذہب ہے اور باہمی اخوت کے عظیم جذبے کا آئینہ دار ہے اور پھر براہِ راست نہ سہی گول مول الفاظ میں یہ بھی تسلیم کر لیا تھا کہ اسلام کی اِس پیشقدمی کی وجہ سے افریقہ میں عیسائیت کی پیشقدمی رُک گئی ہے اور اُس نے اِس دَورِ پُرمحن میں اپنی موجودہ پوزیشن کو برقرار رکھنے کی خاطر اپنے آپ کو سنبھالا ہوا ہے لیکن چونکہ انہوں نے یہ کہہ کر کہ خدا کے متعلق اسلام کا پیش کردہ تصور ناقص ہے اور اس میں اخلاقی زندگی کے عمیق پہلوؤں اور اُن کی باریکیوں کو مدنظر نہیں رکھا گیا ہے اسلام پر حملہ کیا تھا اِس لئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اُن خدام نے جو آپ کے پیش کردہ علم کلام اور دلائل قاطعہ کے انتہائی کارگر اور مؤثر ہتھیاروں سے پوری طرح لیس ہیں اور دنیا کے ہر گوشے میں اسلام کی سربلندی کے لئے مصروفِ جہاد ہیں اسلام پر ڈاکٹر رامزے کے اِس حملہ کا فوراً نوٹس لیا۔ چنانچہ انہوں نے اخبارات میں جوابی مضامین اور خطوط لکھ کر اُس غلط فہمی کا ازالہ کیا جو کسی اَور نے نہیں بلکہ خود برطانیہ کے لاٹ پادری نے پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ ان مضامین اور خطوط میں سے ذیل میں ہم یوگنڈا میں جماعتِ احمدیہ کے مبلغ اسلام مکرم مولانا محمد اسحاق صاحب صوفی کے ایک خط کا اقتباس درج کرتے ہیں جو لاٹ پادری کے بیان کی اشاعت کے معاً بعد اُسی اخبار یعنی "یوگنڈا آرگس" میں شائع ہوا۔ آپ نے لکھا:-

"برطانیہ کے لاٹ پادری جناب ڈاکٹر رامزے نے افریقہ میں اسلام کی پیشقدمیوں کے بارہ میں جو کچھ کہا ہے اُسے مَیں نے بہت دلچسپی سے پڑھا ہے لیکن مَیں اُن کی ایک خوش فہمی کی تعریف نہیں کر سکتا اور وہ یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) اسلام خدا تعالیٰ کی ہستی، اُس کی محبت و شفقت

اور انسانی زندگی کے اخلاقی پہلوؤں کا ناقص اور ادھورا تصور پیش کرتا ہے۔

جہاں تک خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کا تعلق ہے ہم مسلمان ہی ہیں جو خدا تعالیٰ کی حقیقی اور کامل توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق اسلام کا نظریہ پوری جامعیت کے ساتھ قرآن مجید کی ۱۱۲ ویں سورۃ یعنی سورۃ الاخلاص میں مذکور ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی رحمت و شفقت کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت اپنی جگہ نہایت درجہ واضح ہے اور جس کی موجودگی میں مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں کہ —— "میری رحمت ہر چیز پہ محیط ہے" البتہ (عیسائیت کی طرح) اسلام خدا کو شیکسپیئر کے افسانوی کردار یعنی شائیلاک یہودی کے طور پر پیش نہیں کرتا کہ جو جسم سے نصف سیر گوشت کا ٹکڑا کاٹے بغیر ہمارے گناہ معاف کر ہی نہیں سکتا۔

آئیے اب ہم اختصار کے ساتھ عیسائیوں اور مسلمانوں کی اخلاقی زندگی کے بنیادی اصولوں کا موازنہ کریں۔ اسلام شراب کو ممنوع قرار دیتا ہے برخلاف اس کے عیسائیت اس کے استعمال کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ اسلام ہر قسم کے سودی کاروبار سے (جو غریب انسانوں کا خون چوسنے کے مترادف ہے) سختی سے روکتا ہے' برخلاف اس کے عیسائیت اس کی خاموش مؤید ہے اسلام تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک شخص کی سب بیویوں اور اُن سے پیدا ہونے والے بچوں کی قانونی حیثیت کو تسلیم کر کے انہیں مناسب تحفظ عطا کرتا ہے۔ برخلاف اس کے عیسائیت تعدد ازدواج کی اجازت نہیں دیتی۔ لیکن کیا یہ ایک کھلا ہوا راز نہیں ہے کہ افریقہ، یورپ اور امریکی ممالک میں بہت سے نامی گرامی عیسائی ایسے ہیں جن کی گھر میں تو ایک ہی بیاہتا بیوی ہوتی ہے لیکن گھر سے باہر انہوں نے ایک چھوڑ کئی کئی داشتائیں رکھی ہوئی ہوتی ہیں؟ کیا اس صورتِ حال کو ہم اخلاق سے تعبیر کر سکتے ہیں؟ پھر ایک مسلمان خدا تعالیٰ کے حضور دن میں پانچ وقت حاضر ہو کر اس کی عبادت کرتا اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہے لیکن تزکیۂ نفس اور رُوح کی پاکیزگی کی خاطر ایک عیسائی دن میں کتنی بار اپنے خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے؟

آخر میں برطانیہ کے لاٹ پادری نے محض اپنے عیسائی سامعین کو خوش کرنے کے لئے یہ کہا ہے کہ اسلام افریقہ میں وسیع پیمانہ پر پیشقدمی تو کر رہا ہے لیکن اُس کی یہ پیشقدمی عیسائیت کیلئے کسی خسارہ یا نقصان کا موجب نہیں ہے۔ میں ان کی توجہ مشہور امریکی رسالہ "لائف" کے اگست سنہ ۱۹۵۰ء کے شمارہ کی جانب مبذول کراتا ہوں جس میں لکھا ہے کہ اگر افریقہ میں ایک شخص

عیسائیت قبول کرتا ہے تو اس کے بالمقابل اسلام دس آدمیوں کو اپنی آغوش میں کھینچ لیتا ہے۔ مَیں پوچھتا ہوں اگر عیسائیت کو نقصان پہنچا کر نہیں تو پھر کس کو نقصان پہنچا کر یہ دس افریقی اسلام کی آغوش میں آتے ہیں؟ کیا اسلام اور عیسائیت کے علاوہ بھی کوئی اَور مذہب ہے جو اس وقت افریقہ میں لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنانے کی جدوجہد کر رہا ہے؟

ایم۔ آئی۔ صوفی ——— کمپالہ

(یوگنڈا آرگس۔ ۲۰ / اپریل سنہ ۱۹۶۳ء)

---

احمدی مبلغ اسلام کا یہ جوابی مکتوب اِس امر پہ شاہدِ ناطق ہے کہ آج دنیا کے جس حصہ میں بھی عیسائیت یا کسی اَور مذہب کی طرف سے اسلام پر حملہ ہوتا ہے تو اس کا دفاع کرنے کی سعادت صرف اور صرف جماعتِ احمدیہ کے مبلغینِ اسلام ہی کے حصہ میں آتی ہے اور ہر محاذ پر وہی سینہ سپر ہو کر اسلام کا دفاع کرتے ہیں بلکہ جوابی حملوں کے ذریعہ ثابت کر دکھاتے ہیں کہ اسلام ہی سب دینوں سے افضل ہے اور دنیا کی نجات صرف اور صرف اس کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ یہ وہی مبلغینِ اسلام ہیں جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوّتِ قدسیہ کے نتیجہ میں پیدا ہوئے ہیں اور جو آپ ہی کے پیدا کردہ عدیم النظیر لٹریچر اور اس میں بیان کردہ صداقتِ اسلام کے دلائلِ قاطعہ سے پوری طرح مسلح ہیں۔ یہ آپ ہی کی قوّتِ قدسیہ کا اثر اور آپ ہی کے پیش کردہ علمِ کلام کی برکت ہے کہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں عیسائیت کے شدید حملوں کے خلاف اسلام کا نہایت کامیاب اور مؤثر دفاع ہو رہا ہے اور اِس شان سے ہو رہا ہے کہ ہر جگہ عیسائیت پسپا ہو رہی ہے اور اسلام پوری دلیری سے آگے ہی آگے قدم بڑھا رہا ہے۔

اِس میں شک نہیں یہ محض ایک جھوٹی تسلّی ہے جو آرچ بشپ نے اپنے اور دوسرے عیسائیوں کے مایوس دلوں کو دینے کی کوشش کی ہے کہ افریقہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی اور پیشقدمی عیسائیت کے لئے خسارہ یا نقصان کا موجب نہیں ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ افریقہ میں جو لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں وہ وہاں کے قدیمی مشرک اور توہم پرست طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں یعنی یہ کہ عیسائیوں میں سے کوئی بھی اسلام قبول نہیں کر رہا اور یہ کہ موجودہ پُرمحن دَور میں وہاں عیسائیت سرِدست اپنے آپ کو سنبھالے رکھنے پہ ہی اکتفا کر رہی ہے۔ جب یہ پُرمحن دَور گزر جائے گا اور ہم اِس صورتِ حال سے نپٹنے کے طریق معلوم کر لیں گے تو ایک دفعہ پھر عیسائیت آگے بڑھنی شروع ہو جائے گی۔ اِس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اِس وقت جبکہ اسلام کی پیشقدمی جاری ہے عیسائیت کی پیشقدمی یکسر رُکی ہوئی ہے اور وہ اپنی موجودہ پوزیشن کو بچانے اور اُسے قائم رکھنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی

ہے۔ یہ اعتراف ہی بجائے خود عیسائیت کی خطرناک شکست پر دال ہے کیونکہ عیسائی صاحبان تو انیسویں صدی کے اواخر میں اپنے سیاسی غلبہ و استیلاء کے بل پر یہ خواب دیکھ رہے تھے کہ وہ بیسویں صدی شروع ہوتے ہی ایک افریقہ کیا ساری دنیا کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنالیں گے۔ چنانچہ اُس زمانہ میں اُن کی طرف سے جو تعلّی آمیز اعلان ہوئے تھے وہ آج تک کانوں میں گونج رہے ہیں اور خود ان کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

مزید براں برطانیہ کے لاٹ پادری صاحب کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ افریقہ میں جو لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے ہیں وہ تمام تر افریقہ کے مشرک اور توہم پرست طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو عیسائی دنیا میں اِس بات پر آئے دن واویلا کیوں ہوتا رہتا ہے کہ دنیا میں عیسائیوں کی آبادی دن بدن گر رہی ہے۔ اگر افریقہ میں عیسائیت نے اپنے آپ کو سنبھالا ہوا ہے تو دنیا میں عیسائیوں کی تعداد میں کمی کیوں واقع ہو رہی ہے؟ ایسی صورت میں اگر اضافہ نہ سہی تعداد برقرار تو رہنی چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں کی تعداد بڑی تیزی سے گر رہی ہے اور اِس پر دنیا بھر کے عیسائی حلقے بہت زیادہ فکرمند اور مشوش ہیں اور اِس تشویش کا اظہار زیادہ تر افریقہ کے عیسائی پادریوں کی طرف سے ہی کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ نائیجیریا کے مشہور اخبار "ڈیلی ٹائمز" نے اپنی ۹ر مئی ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں لیگس کے بشپ دی رائٹ ریورنڈ اے۔ ڈبلیو۔ ہاولز (A. W. Howells) کے ایسے ہی ایک بیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

"لیگس کے بشپ دی رائٹ ریورنڈ اے۔ ڈبلیو۔ ہاولز کا بیان ہے کہ دنیا میں عیسائی آبادی کا تناسب دن بدن گر رہا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ۱۹۵۰ء میں دنیا کی مجموعی آبادی میں عیسائیوں کا تناسب ۳۳ فیصدی تھا۔ ۱۹۶۰ء میں یہ تناسب گر کر ۳۱ فیصدی رہ گیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر انحطاط کی یہ کیفیت اِسی طرح جاری رہی تو سنہ ۲۰۰۰ء تک دنیا میں عیسائی آبادی کا تناسب گرتے گرتے صرف ۲۰ فیصد رہ جائے گا۔"

اِسی پر بس نہیں اُنہی دنوں نائیجیریا کے ایک اَور عیسائی اخبار میں ایک نامہ نگار کا مضمون شائع ہوا جس میں اُس [illegible] نے بشپ ہاولز کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ:۔

"عیسائی آبادی کے تناسب میں بتدریج رونما ہونے والے انحطاط کے نتیجہ میں ایک دن ایسا بھی آسکتا ہے کہ جب ہم یہ معلوم کرنے پر مجبور ہوں کہ نائیجیریا (مغربی افریقہ) سے عیسائیت کا نام و نشان تک مٹ چکا ہے۔" (بحوالہ "دی ٹرتھ" لیگس ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۲ء)

---

خاص افریقہ کے تعلق میں خود عیسائیوں کے یہ واضح اعتراف اِس امر پر گواہ ہیں کہ افریقہ میں اسلام کی پیشقدمی

کی وجہ سے عیسائیت بُری طرح پسپا ہو رہی ہے اور برطانیہ کے لاٹ پادری ڈاکٹر رامزے کے اِس بیان میں قطعاً کوئی صداقت نہیں ہے کہ افریقہ میں اسلام کی پیشقدمی عیسائیت کے لئے کسی خسارہ یا نقصان کا موجب نہیں ہے کیونکہ صرف افریقہ کے قدیمی مشرک اور توہم پرست طبقے ہی اسلام قبول کر رہے ہیں نہ کہ وہاں کے عیسائی باشندے۔ اُن کا یہ بیان ڈوبتے ہوئے دلوں کو دلاسہ دے کر انہیں ایک موہوم سہارا دینے کی ناکام کوشش سے زیادہ اور کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ علم کلام کی برکت اور جماعت احمدیہ کے سرفروش مجاہدین اسلام کی عظیم الشان کوششوں کے نتیجے میں خدائی تقدیر کے مطابق افریقہ کے براعظم سے عیسائیت کی صف لپیٹی جا رہی ہے اور وہ افریقی باشندے جو پہلے عیسائیت کے چنگل میں گرفتار ہو گئے تھے اب اسے خیرباد کہہ کہہ کر اسلام کی عافیت بخش آغوش میں آ رہے ہیں اور وہ دن دُور نہیں ہے کہ جب افریقہ میں صرف ایک ہی مذہب ہوگا یعنی **اسلام** اور صرف ایک ہی پیشوا ہوگا یعنی **محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم**۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر پہلے ہی فرما گئے ہیں :-

"اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس (خدا) کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اِس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کے رُو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزّت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اِس مذہب (اسلام) اور اِس سلسلہ (احمدیہ) میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کی فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔۔۔

۔۔۔ دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھُولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

بچوں کا صفحہ

# خوش نصیبی کی انتہا

خدا تعالیٰ کے مامور کا چہرہ خود اُس کی صداقت کی ایک دلیل ہوتا ہے۔ نیک فطرت لوگ اُس کا چہرہ دیکھ کر ہی اُسے شناخت کر لیتے ہیں۔ پہلی نظر پڑتے ہی اُن کا دل گواہی دے اُٹھتا ہے کہ یہ شخص واقعی خدا کی طرف سے ہے۔ چنانچہ بہت سے لوگ ایسے گزرے ہیں جو پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالف تھے لیکن جب انہیں حضور علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو وہ فوراً ایمان لے آئے اور حضورؑ کے صحابہ میں شامل ہو گئے۔

ہم تمہیں ایک خوش نصیب بچے کا واقعہ سُناتے ہیں۔ اُسے بچپن میں ہی حضور علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جونہی چہرہ مبارک پر نظر پڑی اُس کے دل نے گواہی دی کہ واقعی حضورؑ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور خدا کی طرف سے ہیں۔ یہ خوش نصیبی کی انتہا تھی کہ اسے چھوٹی عمر میں ہی حضورؑ کو شناخت کرنے کی توفیق ملی اور اس طرح حضورؑ کے صحابہ میں شمولیت کا فخر حاصل ہوا۔

بھلا جانتے ہو وہ خوش نصیب بچہ کون تھا؟

وہ تھے ہمارے محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جو آجکل اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر ہیں۔ آپ کی لیاقت کی ساری دنیا میں دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے اور نہایت قابل لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے ایک جگہ خود یہ بیان کیا ہے کہ ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں جب آپ نے پہلی بار حضورؑ کو دیکھا تو چہرہ پر نظر پڑتے ہی آپ کے دل نے کیا گواہی دی۔ ہم یہ واقعہ خود محترم چوہدری صاحب کے الفاظ میں سُناتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"شروع ستمبر ۱۹۰۴ء میں میرے والد صاحب مجھے اپنے ہمراہ لاہور لے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن دنوں لاہور ہی میں تشریف رکھتے تھے۔ ۳ ستمبر کے روز آپ کا لیکچر میلا رام کے منڈوے میں ہوا۔ والد صاحب مجھے بھی اپنے ہمراہ وہاں لے گئے۔ میری عمر اُس وقت ساڑھے گیارہ سال کی تھی لیکن وہ منظر مجھے خوب یاد ہے۔ مجھے اسٹیج پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کرسی کے قریب ہی جگہ مل گئی۔ میں قریباً تمام وقت آپ ہی کے چہرۂ مبارک کی طرف

دیکھتا رہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
" جو اثر بھی اُس وقت میرے دل پر ہوا وہ یہی تھا کہ یہ شخص صادق ہے اور جو کچھ کہتا ہے وہ سچ ہے ۔ ایک ایسی محبت میرے دل میں آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈال دی گئی کہ وہ میرے لئے حضور علیہ السلام کی صداقت کی اصل دلیل ہے ۔ مَیں گو اُس وقت بچہ ہی تھا لیکن اُس وقت سے لے کر اب تک مجھے کسی وقت بھی کسی دلیل کی ضرورت نہیں پڑی ۔ بعد میں متواتر ایسے واقعات رونما ہوتے رہے ہیں جو میرے ایمان کی مضبوطی کا باعث ہوئے لیکن مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کا چہرہ مبارک ہی دیکھ کر مانا تھا ۔ اور وہی اثر اب تک میرے لئے حضورؑ کے دعاوی کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت ہے ۔ اس لحاظ سے مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کے دن سے ہی احمدی ہوں "۔

(بحوالہ اصحاب احمد جلد ۱۱ صفحہ ۵)

اللہ تعالیٰ سب بچوں کو ایسا ہی نیک فطرت بنائے ۔ انہیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی ہی محبت نصیب ہو ۔ اور زندگی بھر وہ بھی صداقت کے ایسے ہی والہ و شیدا بنے رہیں ۔ آمین اللّٰھم آمین +

---

# خدا تعالیٰ کی حمد

(حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام)

حمد و ثنا اُسی کو جو ذات جاودانی — ہمسر نہیں ہے اُس کا کوئی نہ کوئی ثانی
باقی وہی ہمیشہ غیر اُس کے سب ہیں فانی — غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی
سب غیر ہیں وہی ہے اِک دل کا یار جانی
دِل میں مرے یہی ہے سُبحَانَ مَن یَّرَانِی

(درثمین)

---

# جماعت احمدیہ کے نزدیک حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی قلم سے نکلا ہُوا ایک ایک لفظ مقدس ہے!

## کتاب کی ضبطی کے خلاف مجلس انصاراللہ مرکزیہ کی احتجاجی قرارداد

مجلس عاملہ انصاراللہ مرکزیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۳ مئی ۱۹۶۳ء میں حسب ذیل قرارداد منظور کی :-

"مجلس عاملہ انصاراللہ مرکزیہ (جو چالیس سال سے زائد عمر کے احمدیوں کی بین الاقوامی تنظیم ہے) کا یہ اجلاس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تصنیف "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کی ضبطی کے حکم کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہوئے دلی اضطراب اور رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ یہ اقدام سراسر غیر دانشمندانہ، غیر منصفانہ اور صریحاً مداخلت فی الدین کے مترادف ہے کیونکہ :-

(۱) یہ کتاب آج سے چھیاسٹھ ۶۶ برس قبل اسلام سے مرتد ہونے والے ایک شخص کے اعتراضات کے جواب میں اسلام کی فضیلت و برتری کے اظہار کے لئے لکھی گئی تھی اُس وقت سے لے کر آج تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو کر اکنافِ عالم میں پھیل چکے ہیں اور مسلمانوں کے علاوہ عیسائی حلقوں میں بھی اس کی بکثرت اشاعت ہوئی ہے۔ نہ انگریزوں کی عیسائی حکومت نے اسے کبھی قابلِ اعتراض سمجھا اور نہ ہی عیسائی حلقوں نے کبھی اسکے خلاف آواز بلند کی۔

(۲) جماعت احمدیہ کے افراد کیلئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ مقدس اور انتہائی عزت و احترام کا مستحق ہے لہٰذا حکومت کی طرف سے آپ کی کسی تحریر کے پڑھنے پر پابندی لگانا صریحاً مداخلت فی الدین ہے جس سے ہمارے مذہبی جذبات ازحد مجروح ہوئے ہیں۔

(۳) پاکستان کی اسلامی مملکت میں عیسائیوں کی تبلیغی سرگرمیاں پہلے ہی مسلمانوں کے لئے ازحد تشویش کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ اِن حالات میں عیسائیوں کے اسلام پر اعتراضات کے جواب کو ضبط کرنا عیسائیت کے حملہ کے مقابل مسلمانوں کو نہتا کر دینے کے مترادف ہے جو کہ ہر لحاظ سے ملک و ملت کے مفاد کے خلاف ہے لہٰذا ہم حکومت سے بزور احتجاج کرتے ہوئے اُس سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ فی الفور اِس حکم کو منسوخ کرے اور اِس طرح اُس بے انصافی کا تدارک کرے جس نے جماعت احمدیہ میں جو کہ مذہباً حکومت کی وفادار اور امن پسند ہے شدید اضطراب اور بے چینی پیدا کر دی ہے" +

# دفاع اسلام کا کام سب کاموں پر مقدم ھی

## اگر ہم غفلت کریں تو خدا اور رسولؐ کی گنہگار ہونگی

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ھیں :۔

''بے شک یہ کام بہت ھی بڑا ھے جس میں پادری صاحبوں کی شصت سالہ کارروائی کو خاک میں ملا دینا ھے لیکن اھل ھمت کو خدا مدد دیتا ھے اور خدا تعالی کا وعدہ ھے کہ جو شخص اس کے دین کی مدد کرے وہ خود اس کا مددگار ھوتا ھے اور اس کی عمر بھی زیادہ کر دیتا ھے۔

اے بزرگو! یہ وہ زمانہ ھے جس میں وھی دین اور دینوں پر غالب ھوگا جو اپنی ذاتی قوت سے اپنی عظمت دکھا دے۔ پس جیسا کہ ھمارے مخالفوں (عیسائی پادریوں) نے ہزاروں اعتراض کر کے یہ ارادہ کیا ھے کہ اسلام کے نورانی اور خوبصورت چہرے کو بدشکل اور مکروہ ظاھر کریں ایسا ھی ھماری تمام کوششیں اسی کام کے لئے ھونی چاھئیں کہ اس پاک دین کی کمال درجہ کی خوبصورتی اور بے عیب اور معصوم ھونا بپایۂ ثبوت پہنچا دیں۔ یقیناً سمجھو کہ گمراھوں کی حقیقی اور واقعی خیر خواھی اسی میں ھے کہ ھم جھوٹے اور ذلیل اعتراضات کی غلطیوں پر ان کو مطلع کریں اور ان کو دکھلاویں کہ اسلام کا چہرہ کیسا نورانی، کیسا مبارک، اور کیسا ھر ایک داغ سے پاک ھے۔ ھمارا کام جو ھمیں ضرور ھی کرنا چاھئیے وہ یہی ھے کہ یہ دجل اور افترا جس کے ذریعہ سے قوموں کو اسلام کی نسبت بدظن کیا گیا ھے اس کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ یہ کام سب کاموں پر مقدم ھے جس میں اگر ھم غفلت کریں تو خدا اور رسولؐ کے گنہگار ھوں گے۔ سچی ھمدردی اسلام کی اور سچی محبت رسول کریمؐ کی اسی میں ھے کہ ھم ان افتراؤں سے اپنے مولی و سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا دامن پاک ثابت کر کے دکھلائیں،،

(البلاغ یا فریاد درد)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہؤا